عنبرین صلاح الدین*

”میڈیوسا کا قہقہہ“: ترجمہ اور معروضات

The Laugh of Medusa: Translation and Discussion

Abstract:

This article presents the Urdu translation of and discussion on Hélène Cixous's celebrated essay, "Le Rire de la Méduse", published in French language in 1975, translated into English by Keath Cohen and Paula Cohen, titled as "The Laugh of the Medusa" (1976). Hélène Cixous, Julia Kristeva and Luce Irigaray are known as the founders of feminist post-structural theory. This trilogy of the French feminists celebrates female sexuality. This essay by Cixous is also focused on the same. It is revolutionary and one of its kind in many ways. It defies from the position of earlier feminist literary critics. It introduces us to Écriture feminine (feminine writing), a term coined by Cixous to elaborate how women's writing should bring women into writing; body and being. She also asks women to embrace and redefine the metaphors of Medusa and darkness which are coined by patriarchal pen and have had a negative connotation. She not only gives the theory of feminine writing, but also presents it through her writing in this work.

Keywords: Cixous, Écriture feminine, feminine writing, Medusa, laugh of Medusa, female sexuality.

ہیلین سکسو(Hélène Cixous۔پ:۱۹۳۷ء) تانیثی ادبی نقاد، استاد، ناول نگار، ڈراما نگار اور شاعر ہے۔ سکسو کی کتاب کلنک کا ٹیکہ(*Stigmata*) کے تعارف[1] میں ژاک دریدا(Jacques Derrida۔۱۹۳۰ء-۲۰۰۴ء) نے سکسو کو فرانس کی سب سے عظیم زندہ مصنف کہا[2]۔ ہیلین سکسو، ژولیا کسٹیوا(Julia Kristeva۔پ:۱۹۴۱ء) اور لوس اری گرے(Luce Irrigary۔پ:۱۹۳۰ء)، تانیثی مابعد ساختیات نظریے کی بنیاد گزار تثلیث ہے اور تینوں تانیثی مفکرین نے عورت کی جنسیت کو موضوع بنایا۔ سکسو کا مشہور مضمون ”میڈیوسا کا قہقہہ“ ۱۹۷۵ء میں فرانسیسی زبان میں بعنوان، ”Le Rire de la Méduse“ شائع ہوا[3]۔ اس کا انگریزی ترجمہ کیتھ کوہن(Keith Cohen) اور پولا کوہن(Paula Cohen) نے کیا جو ۱۹۷۶ء میں بعنوان ” The

"Laugh of the Medusa" شائع ہوا[4]۔ زیرِ نظر مقالے میں ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والے انگریزی متن کا ترجمہ اور کچھ معروضات شامل ہیں۔

سکسو کا یہ مقالہ تانیثی ادبی تحریک کے لیے ایک اہم دستاویز اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مضمون میں سکسو نے تاریخ میں تانیثی مباحث کی اس غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے تفصیل سے لکھا ہے، جس میں عورت کی ذات کو اس کی تحریر سے منہا کر کے دیکھا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا رہا ہے کہ عورت کو اپنی نسوانی شناخت کو اس لیے چھوڑنا ہوگا تاکہ وہ جبر اور دباؤ سے خود کو آزاد کر سکے۔ سمون دی بوائر (Simone de Beauvoir۔۱۹۰۸ء-۱۹۸۶ء) نے بھی عورت کے نسوانی شعور اور حیثیت ہی کو وہ وجہ قرار دیا جس کی بنیاد پر اسے گھر اور گھر کے کام تک محدود کیا گیا[5]۔ اسی طرح کچھ تانیثی مفکرین کے نزدیک، عورت کا ماں بننا، عورت کو گھریلو پن (domestication) کے جال میں پھنساتا ہے۔ عورت کی تحریر کو اس کی ذات کے تناظر میں دیکھنے پر بیش تر تانیثی مفکرین نے اعتراض کیا ہے۔ تانیثی مفکرین کے مطابق عورت کی تحریر کو ہمیشہ پدر سری عدسے سے دیکھا گیا اور اس سے اخذ کردہ نتائج کی بنیاد پر عورت مصنف کو ہمیشہ کے لیے الگ خانے میں رکھ دیا گیا اور اسے مرکزی دھارے میں شامل ہی نہیں کیا گیا[6]۔ پدر سری عدسے کے مطابق عورت اگر عورتوں کے مسائل اور چنوتیوں کے بارے میں لکھتی ہے، جو دراصل دنیا کی آدھی آبادی کے مسائل ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ یہ مصنف عورت، صرف عورتوں کے مسائل کے بارے میں، یعنی بہت محدود دائرے میں رہ کر بات کرتی ہے؛ مجموعی انسانی مسئلے یا صورتِ حال اس کی تحریروں کا موضوع نہیں بنتے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ عورت بڑے مسائل پر لکھ نہیں سکتی کیوں کہ اس کا تصورِ کائنات، مرد کے برعکس، محدود ہے۔ پدر سری عدسے سے عورت کی تحریر میں اگر بڑا موضوع یا مبینہ محدود دائرے کے برعکس کچھ لکھا گیا محسوس ہو، تو اسے سراہنے کے لیے "مردانہ وار لکھنے" کا کلیشے استعمال کیا جاتا ہے یا پھر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی تحریر کے پیچھے یقیناً کسی مرد کا ہاتھ ہوگا۔ سکسو کے مطابق عورت کو اپنی ذات اور اپنا جسم تحریر میں لانا چاہیے۔ اسے اپنے تمام جسمانی تجربات کو تحریر میں لانا چاہیے جس میں اس کا ماں بننے کا تجربہ بھی شامل ہے، کیوں کہ عورت کو اس کی تحریر کے بارے میں اسی شرم میں مبتلا کیا گیا جس شرم میں اسے اس کے جسم کے بارے میں مبتلا کیا گیا۔

ہیلین سکسو نے اس مضمون کے عنوان سے یہ واضح کر دیا ہے کہ اس کا مقصد عورت کے بارے میں مرد کے بنائے ہوئے تصور کی ردِ تشکیل ہے۔ میڈیوسا کی کہانی کے مطابق اس کے سر پر بالوں کی جگہ سانپ تھے اور اسے دیکھتے ہی مرد پتھر بن جاتے تھے۔ مردوں کی دیومالا کی میڈیوسا خوف ناک اور بدصورت ہے۔ سکسو نے اس کے مقابلے میں ایک قہقہہ لگاتی ہوئی میڈیوسا کا تصور پیش کیا ہے جو کہ اپنی جنسیت کے مردانہ تصور کو رد کرتی ہے۔ سکسو کے مطابق میڈیوسا کی علامت کے ذریعے عورتیں اپنی ذات تک پہنچ سکتی ہیں، بس "اسے براہِ راست دیکھنا ہے"[7]، یعنی عورت کو بہکانے والی پدر سری آوازوں کو سننا بند کرنا پڑے گا، بقول سکسو، "انھیں صرف سائرن کو (کیوں کہ سائرن مرد تھے) سننے سے باز رہنا ہوگا"[8]۔ دیومالا میں سائرن وہ مخلوق ہے جس کا آدھا دھڑ انسان اور آدھا دھڑ پرندے کا ہے اور وہ اپنی خوب صورت لبھانے والی آواز کے ذریعے لوگوں کو بھٹکاتی ہے۔ عام طور پر اس مخلوق کو ایک

پر کشش اور خطرناک عورت ہی سمجھا گیا ہے مگر سکسو کا کہنا ہے کہ یہ سائرن بہکانے والے مرد ہیں۔ چوں کہ دیومالا مردوں کی بنائی ہوئی کہانی ہے، سو سکسو کا کہنا یہ ہے کہ عورت کو ان آوازوں کو سن کر بھٹکنے کی بجائے، میڈیوسا کو براہِ راست دیکھنا ہو گا کیوں کہ وہ خوب صورت ہے اور ہنس رہی ہے۔

سکسو کہتی ہے کہ عورت کو اپنی تحریر اور اپنے جسم سے قوت اور طاقت حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے مطابق پدر سری جبر نے عورت سے اس کا جسم اور اس کی تحریر چھین کر اسے ایسے پدر سری زبان و بیان میں قید کیا ہے جس کے شکنجے میں رہتے ہوئے وہ اپنی ذات کا اظہار نہیں کر سکتی، سو اپنی ذات کے اظہار کے لیے، اس کے اپنے جسم کو اس کا متن بننا چاہیے۔ سکسو کے مطابق عورت کو اپنی کچلی ہوئی جنسیت کو دریافت کرنا چاہیے اور ایسی تحریر سامنے لانی چاہیے جو کہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز (phallocentrism) مکالمے کے دائرے سے باہر ہو۔ روایتی پدر سری تحریریں عورت کے جسم پر بات کرتی ہیں، مگر عورت کو اپنے جسم کے بارے میں اظہار نہیں کرنے دیتیں۔ سکسو عورت سے کہتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو تحریر کرے (écrire le corps) اور اپنی جنسیت کے تاریک براعظم، یعنی عورت پن (womanhood) کے ممنوعہ علاقے کی بازیافت کرے۔

سکسو بے خودی کے مراحل کا ذکر کرتے ہوئے نسوانی تجربے کے ذہنی، جسمانی اور روحانی پہلوؤں کے لامحدود امکانات کو بیان کرتی ہے۔ انھی امکانات میں عورت کی تخلیقی قوت کی بنیاد موجود ہے اور ان امکانات کو نظر انداز کرنے سے عورت اپنی آواز دریافت نہیں کر سکتی۔ اگر عورت اس دباؤ سے آزاد ہو جائے تو وہ اپنی ایک نئی زبان تخلیق کر سکتی ہے، ایسی زبان جس کے عناصر مردانہ تسلط سے آزاد ہوں۔ سکسو نے اپنی تصنیف لکھنے کی طرف آنا (coming to writing) میں لکھا ہے:

> میں "لکھنے" سے "شروع" نہیں کرتی۔ میں لکھتی نہیں۔ زندگی میرے جسم سے شروع ہو کر متن بن جاتی ہے۔ میں پہلے سے متن ہوں۔ تاریخ، محبت، تشدد، وقت، کام اور خواہش اسے میرے جسم پر لکھتے ہیں۔ میں وہاں جاتی ہوں جہاں "بنیادی زبان" بولی جاتی ہے، جسم کی زبان جس میں چیزوں، اعمال اور ہستیوں کی تمام زبانیں خود کو ترجمہ کرتی ہیں...[۹]

سکسو کی نسائی زبان، جسم کی زبان کے ذریعے عورت کے سوچنے کے عمل کی عکاس ہے۔ سو وہ کہتی ہے کہ عورت، عورت کے بارے میں لکھے۔ اس طرح سکسو نے ایک واضح نظریہ پیش کیا ہے۔ اس کے خیال میں مرد کو پہلے اپنے بارے میں، اپنی ذات کے ادراک کے بارے میں، اپنی خصوصیات، اچھائیوں اور خامیوں کے بارے میں خود بات کرنا ہو گی۔ ایسا نہیں ہے کہ مرد عورت کی نسبت زیادہ طویل مدت سے لکھ رہا ہے اور اس کی تحریریں تعداد میں بھی زیادہ ہیں، سو وہ اپنے بارے میں سب کہہ چکا ہو گا، یا سب سچ کہہ چکا ہو گا۔ اسی طرح جب مرد عورت کے بارے میں لکھتا ہے، تو وہ عورت کی، خود عورت کے بارے میں باتوں اور رائے کو کہیں مدِ نظر نہیں رکھتا۔ اکثر اوقات تو یہ دعویٰ بھی سامنے آتا ہے کہ عورت کے بارے میں مرد ہی نے ٹھیک لکھا ہے، یا عورت کو مرد ہی ٹھیک طرح پہچانتا اور جانتا ہے۔ مرد کی طرف سے یہ دعویٰ بھی اس وقت کیا جا رہا ہے جب عورت نے اس کے مقابلے میں بہت کم لکھا اور مختلف النوع رکاوٹوں کے حصار میں لکھا، جیسا کہ پدر سری ثقافت، رواج، رسومات، اخلاقیات، مذاہب، معاشرت، سیاست

وغیرہ[۱۰]۔ گھر کی دہلیز پر کھنچی ہوئی لکشمن ریکھا کے حصار میں رہتے ہوئے، باہر کی دنیا تک رسائی اور اپنی نظر سے نہ دیکھنے کے مسائل سے جھوجھتے ہوئے؛ اپنی بات اور پھر اپنی ذات کے ادراک اور اچھائیوں اور خامیوں کو لکھنے کا مرحلہ عورت پر مکمل طور پر آیا ہی نہیں[۱۱]۔ اس صورت میں جب عورت نے خود اپنے بارے میں مکمل نہیں لکھا، یا اس کی لکھی ہوئی بات کو عورت کی بات سمجھ کر کم تر گردانا گیا ہے، اس صورت میں مرد کا عورت کو مکمل طور پر سمجھ کر لکھنے کا دعویٰ درست نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے سکسو نے لکھنے کی طرف آنا میں لکھا:

> کیا میں ایک عورت تھی؟ میں اس سوال کو پھر سے زندہ کرنے میں عورت کی تمام تاریخ کو چنوتی دیتی ہوں۔ وہ تاریخ جو لاکھوں اکیلی کہانیوں نے بُنی ہے مگر انھی سوالوں، اسی خوف، انھی بے یقینیوں کو محیط ہے۔ انھی امیدوں میں ابھی کچھ دیر پہلے تک رضامندی، دست برداری اور مایوسی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں خود کو ایک عورت سمجھوں؟ کیسے؟ کون سی؟[۱۲]

یعنی ابھی عورت نے خود کو پہچاننا ہے اور اس میں بہت وقت لگے گا۔ سو سکسو کہتی ہے کہ مرد عورت کے بارے میں تب لکھے، جب عورت خود اپنے بارے میں سب کچھ کہہ چکی ہو اور عورت مرد کے بارے میں تب لکھے، جب مرد خود اپنے آپ کو مکمل طور پر اور حقیقی طور پر لکھ چکا ہو۔

پدرسری تسلط نے جہاں عورت پن کو میڈیوسا کے خوف ناک تصور سے جوڑا ہے، وہیں اس نے عورت کے باطن کے بارے میں بھی تاریکی کا استعارہ تشکیل دیا ہے جسے فرائیڈ (Sigmund Freud۔ ۱۸۵۶ء–۱۹۳۹ء) نے تاریک برِاعظم کہا ہے۔ اسی وجہ سے سکسو نے لکھا کہ بتایا جاتا ہے کہ یہ تاریک اور خطرناک علاقہ ہے جو ابھی دریافت نہیں ہوا[۱۳]، سو، اس کے مطابق میڈیوسا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا ہوگا اور اسے اپنانا ہوگا، اسی طرح تاریکی کے اس استعارے کو اپنا کر اس کی ردِ تشکیل کرنی ہوگی۔ یہ عورت کی نسائیت کا تاریک برِاعظم ہے۔ گو کہ سکسو نے فرائیڈ کا یہ استعارہ، تنقیدی مقصد کے لیے اور طنزیہ انداز ہی میں استعمال کیا ہے، مگر بہر حال وہ مغربی نو آبادیاتی استعارے کو استعمال میں لائی ہے۔ وہ افریقا کو تاریک اور خطرناک کہہ رہی ہے اور یوں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ صنف کے ساتھ جبر کی باقی اہم اقسام یعنی نسل، طبقہ، علاقائیت، مذہب وغیرہ کا انقطاع (intersectionality) بھی نہیں کر رہی۔ سکسو مرد اور عورت کی ثنویت (binary) کا ذکر کرتے ہوئے یہ واضح کرتی ہے کہ مرد اور عورت کو سامنے رکھ کر جو بھی متضاد استعارے بنائے گئے، ان میں سے کم تر ہمیشہ عورت کے حصے میں آئے، جیسا کہ روشنی اور تاریکی۔ عورت کے ساتھ تاریکی کو جوڑ کر ایک اسرار پیدا کیا جاتا ہے، تاریکی کا یہ استعارہ اس پر اسراریت کی وجہ سے کسی سطح پر ارفع تجریدی خیال لگتا ہے، مگر یہ اسرار عورت کی جنسیت کو لفظوں میں بیان کرنے کی راہ میں حائل ہوتا ہے اور ہمیں عورت کی جنسیت کے اظہار کی عجیب وغریب شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ اس تاریکی کی ردِ تشکیل میں سکسو میڈیوسا کی طرف دیکھتی ہے، کیوں کہ ہمیں فرائیڈ[۱۴] کی تحلیلِ نفسی میں میڈیوسا کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ میڈیوسا کا چہرہ اس کے سانپوں سے بھرے سر کے پیچھے چھپا ہے، سو یہ فرائیڈ کی عورت کے جسم کی نو آبادیاتی تشریح کے مطابق نسائی جنسیت کا تاریک برِاعظم ہے جسے پوری طرح دریافت نہیں کیا جا سکتا[۱۵]۔

جب سکسو جنگل کا ذکر کرتی ہے، تو یہاں ہمیں بچپن کی کہانیوں (fairy tales) کا ممنوعہ جنگل یاد آتا ہے، جو انسانی تہذیبی سماج سے دور، کسی عجیب و غریب اور دور دراز علاقے میں ہے اور جس کے تصور ہی میں خوف کی گونج سنائی دیتی ہے۔ یہی وہ منطقہ ہے جہاں عورت کا تاریک برِ اعظم ہے جو کہ محض ممنوعہ نہیں بلکہ خوف ناک اور مہلک بھی ہے۔ یہ تاریک بر اعظم، عورت کی جنسیت کو کسی بھی اور روشنی میں اظہار سے روکے رکھتا ہے۔ سو سکسو کہتی ہے کہ یہ غیر دریافت شدہ اس لیے ہے کیوں کہ ہمیں یہ یقین دلایا گیا ہے کہ یہ بہت تاریک ہونے کی وجہ سے دریافت ہو ہی نہیں سکتا۔ سکسو نے اس ضمن میں خواب دیکھنے کی اہمیت پر بھی زور دیا ہے۔ اس بارے میں وہ اپنی تصنیف لکھنے کی طرف آنا میں بھی لکھتی ہے کہ ”خواب سے خواب تک سفر میں تم زیادہ باشعور ہو کر، اور زیادہ عورت بن کر، جاگتی ہو[۱۶]۔“ اسی طرح وہ اپنی کتاب تحریر کی سیڑھی پر تین قدم میں بھی تخلیقی عمل کے تین درجوں میں خوابوں کی درس گاہ کو شامل کرتی ہے[۱۷]۔

جس نسائی تحریر (Écriture feminine) کا سکسو ذکر کرتی ہے، سکسو کا یہ مضمون ”میڈیوسا کا قہقہہ“ اسی نسائی تحریر کی مثال پیش کرتا ہے۔ یعنی سکسو کے اس مضمون میں نسائی تحریر کا نیا نظریہ بھی ہے اور ایک نئے تجربے کی صورت میں اس نظریے کی عملی شکل بھی۔ یہ تحریر ذاتی بھی ہے، مکالماتی بھی اور تاکیدی بھی۔ یہ مصنف کا قاری سے ایک مسلسل مکالمہ ہے اور سکسو قاری کی موجودگی کو فرض کرتے ہوئے اس گفتگو کی لہروں میں بہتی چلی جاتی ہے۔ اس تحریر میں وہ نئی عورت کو ڈھونڈ رہی ہے اور اس تلاش میں وہ ان گنت تصاویر اور مناظر بناتی ہے، سو یہ ایک متحرک تحریر بن جاتی ہے۔ تحریر میں یہ تحرک عورت مصنف کے بارے میں ایک بہت اہم علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ سکسو نے نسائیت (femininity) کے مغربی ثقافتی تصور پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ عورت کو ہمیشہ حالتِ جمود (passivity) میں دکھایا گیا ہے، یعنی وہ کہتی ہے کہ ”یا تو عورت غیر فعال ہے یا موجود ہی نہیں ہے[۱۸]۔“ اس ضمن میں اس نے خواب، بستر اور کہانیوں (fairy tales) کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ بہت اہم ہے۔ بچپن کی ہر کہانی میں، عورت کا کردار غیر فعال ہے، جیسے کہ کہانی ”سوئی ہوئی خوب صورت لڑکی“ (sleeping beauty) میں شہزادی سو برس کے لیے سو جاتی ہے اور اسے کسی شہزادے کا بوسہ ہی نیند سے جگا سکتا ہے۔ سب کہانیوں کی طرح یہ کہانی بھی عورت کو جگانے اور فتح کرنے کی مردانہ عضوِ تناسل مرکوز خواہشات کا ایک عکس ہے، سو سکسو کہتی ہے کہ ”وہ سو رہی ہے، وہ ان چھوئی ہے، دائمی ہے، بالکل بے اختیار ہے[۱۹]“۔ یعنی ہمیں کہانی میں بھی نسوانی خواہش کا اظہار یا فعال کردار نہیں دکھائی دیتا، بلکہ ایک عورت اسی صورت میں پسندیدہ یا مطلوب ہو سکتی ہے جب وہ غیر فعال اور خاموش لیٹی رہے۔ سکسو کی میڈیوسا کا قہقہہ، اس غیر فعال نسائیت کی کیفیت سے باہر نکلنے کی علامت ہے، جو خواہش، زبان اور تاریخ کو بدل سکتا ہے۔ سماج میں طاقت کے تعلق کی پدر سری تشریح کو بدلنے کے لیے، سکسو عورت کو بتاتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو اپنائے اور اس کی تاریکی میں موجود لامحدود امکانات کو دریافت کرے، یعنی متحرک ہو۔ اسی لیے سکسو کی نسائی تحریر بھی متحرک ہے جو جسم کی خواہشات، محسوسات اور حرکات کو زبان دینے کا نام ہے۔

سکسو جب نسائی تحریر کا ذکر کرتی ہے تو اس کی مراد عورت کی نسوانی یا حیاتیاتی ذات کی بجائے نسائی ذات ہوتی ہے۔ وہ ہر

تانیثی مفکر کی طرح، عورت کی تاریخی نسوانی ذات کو رد کرنے کی بات تو کرتی ہے مگر ساتھ ہی وہ عورت کو یہ بھی بتاتی ہے کہ اس کے اپنے جسم کو اپنانا اس کے لیے کس قدر ضروری ہے اور اس سے اس کا رابطہ قائم رہنا چاہیے اور اس رابطے کی بنا پر جو تحریر وجود میں آتی ہے، وہ نسائی تحریر ہے، جس سے اسے دور کیا گیا تھا، جیسا کہ اس کے جسم سے اسے دور کیا گیا تھا۔ مگر جب سکسو سفید روشنائی کا ذکر کرتی ہے[۲۰]، تو اس پر یہ تنقید کی جاتی ہے[۲۱] کہ وہ سفید روشنائی دراصل ماں کا دودھ ہے، تو کیا سکسو پھر سے عورت کو نسوانی حیاتیاتی ذات کی طرف دھکیل رہی ہے جہاں وہ حیاتیاتی نسوانی عورت کی تحریر اور ماں کے دودھ پلانے کا کوئی براہِ راست تعلق قائم کر رہی ہے؟ حالاں کہ سکسو نے تو اسی مضمون میں ثنویت کے خلاف لکھا ہے، سو ظاہر ہے کہ وہ نسوانی اور نسائی کو ایک نہیں سمجھتی۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جب وہ سفید روشنائی کا ذکر کرتی ہے تو پھر سے ایک حیاتیاتی زبان استعمال کر رہی ہے، اسی طرح جب وہ وہبی نسائی جنسی طلب کی بات کرتی ہے تو وہاں بھی نسوانی جنسیت ہی کا ذکر ہے، مگر سکسو خود یہ کہتی ہے:

> ”مردانہ“ اور ”نسائی“ جیسے الفاظ، جو ہر جگہ موجود ہیں اور جو روزمرہ کے استعمال کی وجہ سے مکمل طور پر مسخ ہو چکے ہیں—لفظ، جو مردوں اور عورتوں کے درمیان جنسی متضاد کے کلاسیکی تصور کا حوالہ ہیں—ہمارا بوجھ ہیں، یعنی ہم پر بوجھ ہیں۔ جیسا کہ میں نے اکثر کہا ہے، میرے کام کا اصل مقصد ”نسوانی“ اور ”مردانہ“ قسم کے لفظوں سے جان چھڑانا ہے، ”نسوانیت“ اور ”مردانگی“، یہاں تک کہ ”مرد“ اور ”عورت“ سے،...[۲۲]

پدرسری تصور میں جنسی متضادات کی بنیاد مردوں اور عورتوں کے درمیان ٹھوس اور واضح تخالف ہے۔ لاکان (Jacques Lacan۔ ۱۹۰۱ء–۱۹۸۱ء) اور فرائیڈ جیسے مفکرین نے ان تصورات کو بڑھاوا دیا۔ سکسو کے نزدیک عورتوں اور مردوں کے درمیان نہیں، بلکہ ان کے اندر، مختلف سماجی اور ثقافتی نظاموں کی وجہ سے مختلف خواہشات یا جنسی طلب موجود ہوتی ہے، سو سکسو کے نزدیک ”تمام انسان اصلاً دو جنسی ہیں[۲۳]۔“

سکسو کی نسائی تحریر، متن کو پدرسری صرف و نحو سے آزاد کرنے اور اصول و قوانین کو توڑنے کی سعی بھی ہے۔ وہ ایسی زبان چاہتی ہے جس کے خدوخال وہ ابھی خود بھی واضح نہیں کر رہی، گو کہ اس کا یہ مضمون ایک نئے طرزِ تحریر یا اسلوب ہی کی ایک شکل ہے۔ مگر سکسو کی مشکل یہ ہے کہ پدرسری فلسفے، نظریات، زبان و بیان، ثقافت، روایات اور رکاوٹوں کے حاوی اثر کی وجہ سے اس نسائی تحریر کو ابھی بیان کرنا ممکن نہیں ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ موجود نہیں یا اس کی شکل کبھی واضح نہیں ہوگی۔ ابھی عورتوں نے کم لکھا ہے اور ان کے لکھے متون میں سے بھی زیادہ تر ایسے ہیں جو پدرسری اور مردانہ طرزِ تحریر کی ہر تعریف پر پورے اترتے ہیں۔ سکسو اس مردانہ طرزِ تحریر سے بچنے کی مسلسل تاکید کرتے ہوئے اکسار ہی ہے کہ بولنا اور لکھنا شروع تو کیا جائے۔ نسائی تخیل اور لاشعور کی خواہشات کا کوئی ایک بھی اشارہ اگر کوئی عورت اپنی تحریر میں لاتی ہے، تو یہ وہ نقطۂ آغاز ہو سکتا ہے جہاں سے نسائی تحریر کے خدوخال واضح ہونا شروع ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دو جنسیت کی بات کرتی ہے اور نسائی جنسیت کو مردانہ تسلط پر حاوی ہونے کی یا اس کو شکست دینے کی بات نہیں کرتی۔ کیوں کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ صنفی ثنویت برقرار رہے گی۔ اس لیے وہ ہر فرد کے صنفی اور جنسی کردار میں بہ یک وقت اور ہمہ وقت دو جنسیت کے موجود ہونے کی بات کرتی ہے۔ سو سکسو، یاں یے نے

(Jean Genêt۔ ۱۹۱۰ء–۱۹۸۶ء) کا حوالہ دیتی ہے کہ یاں یے نے ایک مرد مصنف ہے مگر اس کی تحریروں میں اس کا نسائی اظہار بھی دکھائی دیتا ہے، یعنی اس نے اپنی دوجنسیت کو اپنایا ہوا تھا، یا وہ اس کے بارے میں کسی احساسِ کم تری کا شکار نہیں تھا۔

سکسو کا یہ مضمون ''نسائی کو سوچنے'' (thinking the feminine) کی بات کرتا ہے۔ سکسو کے مطابق لکھنے کا عمل وہ جگہ فراہم کرتا ہے جہاں بے شمار انقلابی امکانات مل سکتے ہیں۔ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز سماجی اور لسانی تسلط نے لکھنے کے کسی بھی اور امکان کو جگہ نہیں دی، بلکہ اگر ایسا کوئی امکان دکھائی بھی دیا تو اسے حاشیے پر دھکیل دیا۔ سو سکسو کے مطابق نسائی لکھنے سے، ''نسائی'' پر ہونے والے جبر سے بھی نبرد آزما ہوا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سکسو عورتوں کی نسل کشی کی طویل تاریخ کا یا وہ عورتوں کے قید میں ہونے کا ذکر کرتی ہے، تو یہ نسائی پر مسلط جبر کی سمت کچھ اشارے ہیں۔ وہ جبر و استبداد کی طویل تاریخ پر کوئی تفصیلی بحث نہیں کرتی کیوں کہ وہ اپنی ساری توجہ نسائی تحریر پر مرکوز رکھنا چاہتی ہے، مگر وہ ان اشاروں کے ذریعے یہ واضح کرتی ہے کہ نسائی تحریر کو دبانا بھی جبر کی دوسری صورتوں ہی کی مانند ہے اور نسائی تحریر کے ذریعے جبر کی دیگر مختلف شکلوں سے بھی ٹکر لی جا سکتی ہے۔ اس کی تحریر میں بہت سی ایسی نئی یا موجود اصطلاحات کا مختلف اور قدرے پیچیدہ استعمال دکھائی دیتا ہے، جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز منطق اور زبان کے تئیں عجیب اور الجھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہ اس مضمون میں اس نے زبان کے روایتی اصول و قواعد کے ساتھ خوب کھیلا ہے۔ جیسے وہ سب کچھ بدل دینے کے عمل کو ایک دھماکہ کہتے ہوئے لکھتی ہے:

> مردوں کی نسبت، جو سماجی کامیابی کی طرف اور ترقی کی طرف پھسلائے جاتے ہیں، عورتیں جسم ہیں۔ زیادہ جسم، یعنی کہ زیادہ تحریر۔ ایک لمبے عرصے تک، عورتوں نے جسموں سے ہی، ظلم و ستم کا، گھریلو بنانے کے خاندانی و ازدواجی کاروبار کا، انھیں خصی کر دینے کی بارہا کوششوں کا، جواب دیا۔ وہ جنھوں نے نہ بولنے سے پہلے، اپنی زبانیں دس ہزار بار گھمائیں، سات پھیروں میں گھمائیں، وہ یا تو اس وجہ سے مر چکی ہیں یا کسی اور کی نسبت اپنی زبانوں سے اور اپنے دہانوں سے زیادہ واقف ہیں۔ اب، میں عورت (I-woman) قانون کو دھماکے سے اڑا دوں گی: ایسا دھماکہ جو اب کے بعد ممکن اور ناگریز ہو گا؛ اسے ہونے دو؛ ابھی کے ابھی، زبان میں[۲۴]۔

یعنی وہ مردانہ تحریر کی روایت کو توڑنے کا اظہار، زبان کو توڑ کر بھی کرتی ہے۔

سکسو اپنی کتاب نیا جنم لینے والی عورت (*The Newly Born Woman*۔ ۱۹۷۵ء) میں ایک مضمون کا آغاز اس سوال سے کرتی ہے کہ ''وہ [عورت] کہاں ہے[۲۵]؟'' سکسو نے اپنی مختلف تحریروں میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ نسائی کو مردانہ ذات کے متضاد ایک دوسری ہونے (otherness) کے حوالے ہی سے دیکھا گیا ہے، جیسا کہ وہ زیرِ نظر مضمون میں بھی ثنویت کے منفی حصے کی بات کرتی ہے کہ روشنی / تاریکی کہا جائے تو عورت کا حصہ تاریکی ہے، اسی طرح فعالیت / غیر فعالیت اور ایسے ہی تمام متضادات کے معانی اور استعمال میں یہی اصول دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے وہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز نظام پر مسلسل تنقید کرتی دکھائی دیتی ہے کیوں کہ یہ ثنویت اور اس میں عورت کا منفی رخ پر ہونا، اصل میں اسی نظام کی سماجی، نوآبادیاتی اور سامراجی توضیح ہے۔ سکسو

حیاتیاتی نسوانی ذات اور نسائی لسانی نظریے میں فرق کرتی ہے اور اس لسانی اور ثقافتی طور پر دبائی گئی نسائیت کو ڈھونڈنے کے لیے نسائی جنسیت پر توجہ مرکوز کرنے پر زور دیتی ہے۔ اس کے مطابق عورت کو اپنے جسم کو لکھنا چاہیے اپنے جنسی لطف (jouissance) کو دریافت کرنا چاہیے تاکہ وہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز مکالمے کے غلبے کو کم کر سکے، اور اس طرح دنیا کو بدل سکے۔ وہ کہتی ہے کہ اپنی ذات کو لکھو کیوں کہ یہ ضروری ہے کہ تمھارے جسم کو سنا جائے۔ سکسو کے نزدیک، جو عورت خود کو جنم دیتی ہے، وہ سفید روشنائی سے لکھتی ہے۔ نسائی متن کی کوئی حدود نہیں، یہ نسائیت، دراصل نسوانیت کے اظہار سے بہت کچھ مستعار لیتی ہے۔ نسائی تحریر، نسائی جنسیت کی طرح بہہ نکلتی ہے، جیسے نسوانیت کے کچھ مظاہر یعنی خون، دودھ، بچہ وغیرہ عورت کے جسم سے نکلتے ہیں[۲۶]۔ وہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز اصولوں یعنی ربط، تسلسل اور مفہوم وغیرہ سے انحراف کرتی ہے۔ جنکر کے مطابق:

> سکسو کی نسائی کائنات میں عورت مصنف ایک ہوائی تیراک ہے، ایک voleuse (چور، پنچھی) جو "چوری سے زبان میں آتی ہے اور اسے اڑاتی ہے"[۲۷]۔

سکسو چاہتی ہے کہ عورت مصنف مردانہ عضوِ تناسل مرکوز اصولوں سے انحراف کرے اور آزاد ہو جائے اور اس کے لیے لکھنا ضروری ہے کیوں کہ اس کے مطابق، لکھنے ہی کے ذریعے تبدیلی کا امکان موجود ہے۔

میڈیوسا کا قہقہہ: اردو ترجمہ

(یہ "Le Rire de la Méduse" کی نظر ثانی شدہ صورت ہے، جو L'Arc میں ۱۹۷۵ء میں صفحہ ۳۹ تا ۵۴ میں شائع ہوا)

میں عورتوں کے لکھنے کے بارے میں بات کروں گی: اس بارے میں کہ یہ تحریر کیا کرے گی۔ عورت کو اپنی ذات کو لکھنا چاہیے: عورتوں کے بارے میں لکھنا چاہیے اور عورتوں کو لکھنے کی طرف لانا چاہیے، جہاں سے انھیں اسی متشددانہ طریقے سے دور کر دیا گیا ہے جس طرح انھیں ان کے جسموں سے دور دھکیل دیا گیا ہے — انھی وجوہات، اسی قانون، اور اسی تباہ کن مقصد کے لیے، عورت کو اپنے متن میں اپنا آپ لانا چاہیے، جیسا کہ اپنا آپ اس دنیا میں اور تاریخ میں — خود اپنی تحریک کے ذریعے لانا چاہیے۔ مستقبل کو ابھی ماضی کی بنیاد پر طے نہیں کرنا چاہیے۔ میں اس بات کو نہیں جھٹلاتی کہ ماضی کے اثرات اب تک ہمارے ساتھ ہیں مگر میں انھیں دہرا کر مزید مستحکم کرنے سے انکار کرتی ہوں، جو انھیں قسمت کے برابر اٹل بنا دے، حیاتیاتی اور ثقافتی کو گڈمڈ کر دے۔ توقع رکھنا ضروری ہے۔

چوں کہ یہ خیالات ایک ایسے شعبۂ علم میں ترتیب پا رہے ہیں جو دریافت ہونے کے بالکل قریب ہے، ان پر لازمی طور پر ہمارے زمانے کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ — وہ زمانہ جس کے دوران نیا، پرانے سے ناطہ توڑ دیتا ہے، اور زیادہ واضح طور پر کہا جائے تو، (نسائی) پرانا زمانہ، نئے زمانے سے (la nouvelle de l'ancien)۔ سو، جیسا کہ مکالمے (discourse) کی بنیاد ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں مگر [عورت کے ساتھ ناروا طرزِ عمل کی] ایک بنجر ہزار سالہ زمین موجود ہے [جسے چیلنج کیا جانا چاہیئے]، میں جو کہہ رہی ہوں اس کی کم از کم دو جہتیں اور دو مقاصد ہیں: توڑنا، تباہ کرنا؛ اور غیر متوقع کو بھانپنا، پیش گوئی کرنا۔

میں یہ ایک عورت کی حیثیت سے لکھ رہی ہوں، عورتوں کے لیے۔ جب میں "عورت" کہتی ہوں، میں اس عورت کی بات کرتی ہوں جو روایتی مرد کے سامنے اپنی ناگزیر جدوجہد سمیت موجود ہے: اور ایک عالم گیر تصورِ عورت (universal woman subject) کی بات کرتی ہوں، جسے ہر صورت عورتوں کو اپنے حواس میں اور تاریخ میں ان کی معنویت میں واپس لانا ہے۔ لیکن سب سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ جبر کی شدت کو، کہ جس نے انھیں "اندھیرے" میں رکھا، [محسوس کرنا ہے]—وہ اندھیرا جس کے بارے میں لوگ یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ وہ [عورتیں] اسے اپنی صفت کے طور پر قبول کر لیں—[اس اندھیرے کے باوجود] اس زمانے میں، کوئی عام عورت، یا کوئی ایک مخصوص عورت موجود نہیں ہے۔ میں کہوں گی کہ ان میں مماثلت کیا ہے۔ مگر جو چیز مجھے حیران کرتی ہے وہ ان کی انفرادی حیثیت میں بے پایاں زرخیزی کی ہے: تم کسی ایک، یکساں، ہم قسم، ضابطوں میں درجہ بندی کے قابل نسائی جنسیت کی بات نہیں کر سکتے—[یہ ویسا ہی ہے] جیسے کہ تم ایک بے ہوش کی دوسرے سے مشابہت کی بات کر سکتے ہو۔ عورتوں کا تخیل اَن تھک ہے، موسیقی، مصوری، تحریر کی طرح: ان کی تصوراتی رَو نا قابلِ یقین ہے۔

میں ایک سے زیادہ مرتبہ حیرت میں مبتلا ہوئی ہوں جب مجھے کسی عورت نے ایک ایسی دنیا کی تفصیل بتائی جو مکمل طور پر اس کی اپنی تھی، جس کی وہ اوائل بچپن سے حسرت کر رہی تھی۔ تلاش کا جہان، ایک آگہی کا بیان، جسمانی افعال کے منظم تجربے کی بنیاد پر، اپنی جنسی طلب کی پُر شوق اور ٹھیک ٹھیک کھوج۔ یہ عمل، غیر معمولی طور پر بھرپور اور ایجادی ہے، خاص طور پر جہاں تک خود لذتیت کا تعلق ہے، اسے طول دیا جاتا ہے یا وہ صورتیں اختیار کر رہی ہوتی ہے، ایک حقیقی جمالیاتی عمل، بے خودی کا ہر مرحلہ، ایک گونجتا ہوا تخیل، ایک ترتیب، ایک خوب صورت چیز۔ خوب صورتی اب ممنوعہ نہیں رہے گی۔

میں نے خواہش کی کہ عورت لکھے اور اس منفرد سلطنت کا اعلان کرے تا کہ دوسری عورتیں، دوسری غیر تسلیم شدہ مملکتیں، بھی پکار اٹھیں: میں، بھی، چھلک رہی ہوں؛ میری خواہشوں نے بھی نئی امنگیں ایجاد کی ہیں، میرا جسم بھی اَن سنے گیتوں سے آگاہ ہے۔ میں نے بھی بار بار روشن و تاباں طوفانوں کو یوں محسوس کیا ہے کہ میں بکھر سکتی تھی—ایسی ہیئتوں میں ظہور کر سکتی تھی جو ان [تصویروں] سے بڑھ کر خوب صورت ہیں جو فریم میں لگائی جاتی ہیں اور بہت مہنگے داموں بیچی جاتی ہیں۔ اور میں نے بھی کچھ نہ کہا، کچھ ظاہر نہ کیا؛ میں نے اپنا منہ نہیں کھولا، میں نے دنیا میں سے اپنے آدھے حصے میں [اپنا] رنگ نہیں بھرا۔ میں شرمندہ تھی۔ میں خوف زدہ تھی، اور میں نے اپنی شرم اور خوف کو نگل لیا۔ میں نے خود سے کہا: تم پاگل ہو! ان لہروں کا، ان سیلابوں کا، ان طوفانوں کا کیا مطلب ہے؟ کہاں ہے وہ پر جوش لامحدود عورت جو اپنی لاعلمی میں ڈوبی ہوئی تھی، جسے اپنے بارے میں اندھیرے میں رکھا گیا تھا، جسے مردانہ عضوِ تناسل مرکوز (phallocentrism) والدانہ وازدواجی عظیم وسیلے کی رہ نمائی میں خود ترسی کی طرف لے جایا گیا، وہ اپنی طاقت سے شرمندہ نہیں تھی؟ وہ جو اپنی خواہشات کے طوفان سے حیران اور خوف زدہ تھی (کیوں کہ اسے یہ یقین رکھنے پر مجبور کیا گیا تھا کہ ایک عام اور مطمئن عورت میں۔۔۔ الوہی طمانیت ہوتی ہے)، [جس نے] خود پر ایک بلا ہونے کا الزام نہیں دھرا؟ جس نے، اپنے اندر ہلکورے لیتی کسی مضحکہ خیز خواہش کو محسوس کرتے ہوئے (گانے، لکھنے، بولنے کی جرأت کرنے، مختصراً یہ کہ کچھ نیا کرنے کا)، نہیں سوچا کہ وہ

بیمار تھی؟ سو، اس کی شرم ناک بیماری یہ ہے کہ وہ موت سے مزاحمت کرتی ہے، مسئلہ کھڑا کرتی ہے۔

اور تم کیوں نہیں لکھتی؟ لکھو! لکھنا تمھارے لیے ہے، تم اپنے لیے ہو؛ تمھارا جسم تمھارا ہے، اسے اپناؤ۔ میں جانتی ہوں کہ تم نے کیوں نہیں لکھا (اور میں نے ستائیس برس کی عمر سے پہلے کیوں نہیں لکھا تھا) کیوں کہ لکھنا تمہارے لیے بہ یک وقت بہت ارفع، بہت عظیم ہے، اور یہ عظیم لوگوں کے لیے مخصوص ہے — یعنی، "عظیم مردوں" کے لیے؛ اور یہ "احمقانہ" ہے۔ ویسے بھی تم نے جو تھوڑا بہت لکھا، وہ بھی چھپا کر۔ اور وہ اچھا نہیں تھا، کیوں کہ وہ خفیہ تھا، اور کیوں کہ تم نے لکھنے پر خود کو سزا دی تھی، کیوں کہ تم نے اسے مکمل نہیں کیا تھا؛ کیوں کہ تم نے مغلوب ہو کر لکھا، جیسے ہم چھپ کر خود لذتی کرتے ہیں، تکمیل کے لیے نہیں، مگر تناؤ کو کچھ کم کرنے کے لیے، بس اتنا کہ جو اس شدت کو کم کر دے۔ اور پھر جیسے ہی ہم فارغ ہوتے ہیں، ہم خود کو شرمسار کرتے ہیں — تاکہ ہمیں معافی مل جائے، یا [ہم] بھول جائیں، اسے اگلی دفعہ تک کے لیے دبا دیں۔

لکھو، کسی کو اجازت نہ دو کہ وہ تمھیں روک سکے: نہ مرد، نہ سرمایہ داریت کی عیب دار مشینری، جہاں اشاعتی ادارے، اس معیشت کی طرف سے ہم تک احکامات پہنچانے والے عیار، متعصب ہرکارے ہیں، جو ہمارے خلاف کام کرتی ہے اور ہم سے کام لیتی ہے، اور نہ تم خود۔ خود پسند قاری، مدیران اور بڑے مالکان عورتوں کے سچے متن کو پسند نہیں کرتے۔ نسوانی جنس کے متن کو۔ یہ قسم انھیں خوف زدہ کرتی ہے۔

میں عورت کو لکھتی ہوں: عورت کو عورت ہی کو لکھنا چاہیے۔ اور مرد کو، مرد ہی کو۔ اسی لیے یہاں مرد کے بارے میں سرسری ذکر ملے گا؛ یہ مرد پر منحصر ہے کہ وہ بتائے کہ اس کی مردانگی یا نسائیت کہاں ہے: یہ ہمارا مسئلہ تب ہو گا جب ایک بار مرد اپنی آنکھیں کھول چکے ہوں گے اور اپنے آپ کو واضح طور پر دیکھ چکے ہوں گے[1]۔

اب عورتیں واپس آئیں، دور سے، ہمیشہ سے: "مغائرت" سے، اس آتش دان سے جہاں چڑیلوں کو زندہ رکھا جاتا ہے، نیچے سے، "ثقافت" کے اس پار سے: اپنے بچپن سے، جس کے بارے میں مرد سر توڑ کوشش کرتے رہے ہیں کہ وہ اسے بھول جائیں، اسے "ابدی آرام" تک پہنچاتے ہیں۔ چھوٹی لڑکیوں اور ان کے "بے ڈھب" جسموں کو قید کر لیا گیا ہے، ان کے اپنے وجود میں، آئینے میں، اچھی طرح سالم محفوظ کر لیا گیا ہے۔ منجمد۔ مگر کیا وہ اندر ہی اندر ہمیشہ کلبلا نہیں رہیں! اس کے لیے کتنی کوشش درکار

---

۱ - مردوں کے پاس ابھی بھی اپنی جنسیت کے بارے میں کہنے اور لکھنے کو بہت کچھ باقی ہے۔ کیوں کہ اب تک جو انھوں نے لکھا، زیادہ تر، اس فعالیت / غیر فعالیت [کے] اختلاف سے پھوٹا ہے، اس طاقت کے تعلق سے نکلا ہے جو اس خیالی ناگزیر مردانہ قوت، جس کا کام حملہ کرنا اور فتح کرنا ہے، اور عورت کے "تاریک جزیرہ" ہونے کے لازمی تصور کے درمیان ہے، جس تک رسائی حاصل کی جائے اور اسے "پر سکون کیا جائے۔" (ہم جانتے ہیں کہ "پر سکون کرنے" کا مطلب، دوسرے کو نظر انداز کرنے اور ذات کی غلط پہچان کے حوالے سے، کیا ہے۔) اسے فتح کرنے میں، انھوں نے اس کی سرحدوں سے، اس کی نظروں کے سامنے سے، اس کے جسم سے، باہر جانے میں جلدی کی۔ مرد کے پاس اپنے آپ سے باہر نکلنے اور اس میں داخل ہونے کا جو طریقہ ہے، جسے وہ دوسرے کے لیے نہیں مگر اپنے لیے حاصل کرتا ہے، اسے محروم کرتا ہے، وہ اپنی جسمانی حد کے بارے میں جانتا ہے۔ یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ مرد خود کو اپنے عضوِ تناسل کے ساتھ خلط ملط کرتے ہوئے اور حملے کے لیے جلدی کرتے ہوئے، شاید عورت کے ہاتھوں "فتح ہونے" کی، اس میں گم ہو جانے کی، جذب ہو جانے کی، یا اکیلے ہو جانے کی، آزردگی اور خوف محسوس کرے۔

ہے — اس کا کوئی انت نہیں — کیوں کہ جنس کے ٹھیکیدار، ان کی تہدیدی واپسی کو روکتے ہیں۔ دونوں طرف سے طاقت کا ایسا مظاہرہ دکھایا جاتا ہے، کہ کئی صدیوں سے تعطّل کے لرزاں توازن میں یہ کوشش جامد ہو چکی ہے۔

یہاں ہیں وہ [عورتیں]، واپس آتی ہوئی، بار بار پہنچتی ہوئی، کیوں کہ لاشعور، ناقابلِ تسخیر ہے۔ وہ دائروں میں بھٹکتی رہی ہیں، تنگ کمرے کی قید میں جہاں ان کی جان لیوا برین واشنگ کی گئی ہے۔ تم انھیں قید کر سکتے ہو، سست کر سکتے ہو، پرانے متعصب معمول میں پھنسائے رکھ سکتے ہو، مگر صرف وقتی طور پر۔ جیسے ہی انھوں نے بولنا شروع کر دیا، جس وقت انھیں ان کا نام سکھایا جائے گا، انھیں یہ بھی سکھایا جا سکتا ہے کہ ان کا خطہ سیاہ ہے: کیوں کہ تم افریقا ہو، تم سیہ فام ہو۔ تمھارا براعظم تاریک ہے۔ تاریکی خطرناک ہے۔ تم تاریکی میں کچھ دیکھ نہیں سکتے، تم ڈرتے ہو۔ حرکت نہ کرو، تم گر سکتے ہو۔ سب سے بڑھ کر، جنگل میں مت جانا۔ اور اس طرح ہم نے اس تاریکی سے جڑی دہشت کو اپنا لیا ہے۔

مردوں نے عورتوں کے خلاف سب سے بڑے جرم کیے ہیں۔ پھانس کر، متشدد ہو کر، وہ انھیں عورتوں [ہی] سے نفرت تک لے آئے ہیں، کہ وہ خود اپنی ہی دشمن بنیں، اپنی بے پناہ طاقت کو اپنے ہی خلاف بروئے کار لائیں، ان کی مردانہ ضروریات کی کار پرداز بنیں۔ انھوں نے عورتوں کے لیے ایک نرگسیت مخالف (antinarcissism) بنا دی ہے! ایسی نرگسیت جو اپنے آپ سے صرف اس لیے محبت کرتی ہے تاکہ اس سے اس لیے محبت کی جائے جو عورتوں کے پاس نہیں ہے! انھوں نے محبت مخالف (antilove) جیسی بدنام منطق گھڑی ہے۔

ہم جو قبل از وقت ہیں، ہم جو ثقافت کی دبائی ہوئی ہیں، ہمارے خوب صورت دہن زرِ گل سے بند ہیں، ہماری سانس ہم سے چھین لی گئی ہے، ہم بھول بھلیاں ہیں، سیڑھیاں ہیں، روندی ہوئی جگہیں ہیں، جھنڈ ہیں۔ ہم سیاہ ہیں اور ہم خوب صورت ہیں۔

ہم طوفانی ہیں، اور جو ہمارا ہے، وہ ہماری کسی بھی کم زوری سے خوف کھائے بغیر، ہم سے ٹوٹ کر الگ ہو رہا ہے۔ ہماری نظریں، ہماری مسکراہٹیں خرچ ہو جاتی ہیں؛ ہم سب کے دہنوں سے ہنسی پھوٹ نکلتی ہے؛ ہمارا خون بہتا ہے اور ہم کبھی بھی کسی بھی منزل پر پہنچے بغیر، اپنے آپ کو آگے بڑھاتی رہتی ہیں؛ ہم اپنی سوچوں کا، اپنی نشانیوں کا اور اپنی تحریر کا رستہ کبھی نہیں روکتیں؛ اور ہم کسی سے خوف زدہ نہیں ہیں۔

ہمارے لیے کیا خوشی، ہم کہ جنھیں نکالا گیا، وراثتوں کے منظر سے ہٹا دیا گیا، ہم خود سے تحریک لیتی ہیں اور ہم سانس کے ختم ہونے سے پہلے مر جاتی ہیں، ہم ہر جگہ ہیں!

آج کے بعد، کون ہے جو، اگر ہم کہیں، ہمیں انکار کر سکتا ہے؟ ہم "ہمیشہ" سے واپس آئی ہیں۔

یہ "نئی" عورت کو جان کر، اسے "پرانی" عورت سے آزاد کرنے کا وقت ہے۔ اس سے اس باعث پیار کرنے کا وقت ہے کہ وہ بلا تاخیر "پرانی" سے آگے نکلی، پار چلی گئی، اس سے بھی آگے بڑھ گئی، جو اب ایک "نئی" عورت ہو گی، اسی طرح جیسے ایک تیر کمان سے ایک حرکت کے ساتھ نکلتا ہے، وہ ارتعاش کو موسیقیت کے ساتھ جمع کرتی اور علیحدہ کرتی ہے، تاکہ وہ اپنے آپ سے بڑھ

کر کچھ ہو جائے۔

میں کہتی ہوں کہ ہم ضرور (لکھیں)، کیوں کہ، چند نایاب مستثنیات کے علاوہ، اب تک کوئی ایسی تحریر موجود نہیں جو نسائیت کی نقش گری کر رہی ہو؛ مستثنیات بھی ایسی کم یاب، وہ بھی دراصل، زبانوں، ثقافتوں اور زمانوں[۲] کے ادب کو کھنگال کر [سامنے آئیں]، ڈھونڈنے کی اس بے کار مہم پر کوئی حیران ہی ہو سکتا ہے۔ یہ جانی مانی بات ہے کہ عورت مصنفین کی تعداد (انیسویں صدی کے مقابلے میں تھوڑا سا بڑھنے کے باوصف) ہمیشہ نامعقول حد تک بہت کم رہی ہے۔ یہ ایک بے کار اور گم راہ کن امر ہے، تاوقتیکہ ہم پہلے ان نسوانی مصنفین کی نسل میں سے کاریگروں کی وہ بڑی تعداد منہانہ کر دیں جو کسی بھی طرح سے مردانہ تحریر سے مختلف نہیں، اور جو یا تو عورتوں کو چھپائے رکھتی ہے یا پھر عورتوں کے کلاسیکی تصور (representation) کو ہی دہرا رہی ہے (جیسا کہ حساس۔۔ وجدانی۔۔ خواب ناک، وغیرہ[۳])۔

مجھے یہاں ایک جملہ معترضہ شامل کرنے دیں۔ میں جب مردانہ تحریر کی بات کرتی ہوں، تو میں پورے تیقن سے بات کرتی ہوں۔ میں واضح طور پر یقین رکھتی ہوں کہ ایسی نشان زدہ (marked) تحریر ہوتی ہے؛ اور اب تک، جیسا کبھی بھی گمان کیا گیا یا تسلیم کیا گیا، اس سے زیادہ بڑے پیمانے پر اور جبراً، تحریر کو، شہوانی اور ثقافتی —یعنی کہ سیاسی، عموماً مردانہ— معیشت چلا رہی ہے؛ یعنی کہ یہ وہ مقام (locus) ہے جہاں عورتوں پر جبر کو برقرار رکھا گیا، بار بار، زیادہ یا کم شعوری طور پر، اور اس طریقے سے کہ جو خوف زدہ کرنے والا ہے کیوں کہ یہ عموماً مخفی ہوتا ہے یا پھر فکشن کی پراسرار دل کشی سے سجا ہوتا ہے؛ اور اس مقام نے جنسی تضاد (جنسی فرق نہیں) کے سب نشانات کی بے تکی مبالغہ آرائی کی ہے، جہاں عورتوں کو کبھی بھی بولنے کی اپنی باری نہیں ملی—یہ اس صورت میں زیادہ سنگین اور ناقابلِ معافی ہے کہ تحریر قطعی طور پر تبدیلی کا حقیقی امکان ہے، یہ وہ جگہ ہے جو انقلابی سوچ کو ابھارنے کا کام کر سکتی ہے، سماجی اور ثقافتی ڈھانچوں کی کایا کلپ کی پیش رو تحریک۔

تحریر کی تمام تاریخ عقل کی تاریخ کے ساتھ گڈمڈ رہی ہے، جس کی یہ بہ یک وقت معلول بھی ہے، سہارا بھی ہے اور مراعات یافتہ ہم زادوں میں سے ایک بھی ہے۔ یہ مردانہ عضوِ تناسل مرکوز روایت کے ساتھ بھی شامل رہی ہے۔ یہ وہی خود پسند، خود کار (self-stimulating) اور خود تبریکی (self-congratulatory) مردانہ عضوِ تناسل کی مرکزیت ہے۔

چند مستثنیات کے ساتھ، کیوں کہ ناکامیاں بھی ہوئیں—اور اگر یہ ان کی وجہ سے نہیں تھا / اور اگر یہ نہ ہوتا، میں لکھ نہ رہی ہوتی (میں عورت، فرار پسند، I-woman, escapee)—اس قوی ہیکل مشین میں جو صدیوں سے کام کر رہی ہے اور اپنا "سچ" اگل

۲۔ میں یہاں صرف اس "مخصوص" جگہ کی بات کر رہی ہوں جو عورتوں کے لیے مغربی دنیا نے رکھی ہے۔

۳۔ پھر کن کاموں کو نسائی کہا جائے؟ میں کچھ مثالیں بتاؤں گی: ان میں غالب نسائی کیا ہے، اس کی اہمیت جاننے کے لیے انھیں مکمل طور پر پڑھنا پڑے گا۔ جو کہ میں کسی اور جگہ کروں گی۔ فرانس میں (کیا آپ نے اس میدان میں ہماری بے پناہ غربت کو نوٹ کیا ہے؟— اینگلو- سیکسن ممالک نے زیادہ بڑے ذرائع دکھائے ہیں)، بیسویں صدی سے جو ملا، اس کو کھنگالتے ہوئے — اور یہ زیادہ نہیں تھا — نسائیت کے اکیلے نقش، جو میں نے دیکھے، وہ کولیٹ (Colette)، مارگریٹ دیورا (Marguerite Duras)۔۔۔ اور ژاں ژینے نے (Jean Genêt) کے تھے۔

رہی ہے ایسے شاعر گزرے ہیں جو کہ روایت کے برعکس کچھ شامل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔ مرد جو پیار سے محبت کر سکتے تھے اور اس وجہ سے دوسروں سے پیار کر سکتے تھے اور ان کی خواہش کر سکتے تھے، اس عورت کا تصور کر سکتے تھے جو جبر کے خلاف مزاحمت کر سکتی تھی اور اپنے آپ کو ایک برتر، برابر، یعنی کہ ایک ''ناممکن'' فرد بنا سکتی ہے، جو ایک حقیقی سماجی ڈھانچے میں ناممکن تھا۔ ایسی عورت کی خواہش شاعر صرف ان ضابطوں کو توڑ کر ہی کر سکتا ہے جو اس (عورت) کی نفی کرتے ہیں۔ اس کا ظاہر ہونا، یقینی طور پر، اگر انقلاب نہیں [لا سکتا] — کیوں کہ اس محافظ کو ناقابلِ تغیر ہونا چاہیے — کم از کم تکلیف دہ دھماکے ضرور کر سکتا ہے۔ کبھی کبھی یہ زلزلے سے بننے والی دراڑوں میں ہوتا ہے، چیزوں کی اس انقلابی تبدیلی کے ذریعے، ایک ایسی مادی ہلچل کی وجہ سے جس میں ہر ڈھانچہ توازن سے ہٹ جاتا ہے اور ایک عارضی وحشت نظم کو بہالے جاتی ہے، [یہ] وقوع پذیر ہوتا ہے، جب ایک شاعر، مختصر دورانیے میں، عورت کے بارے میں کوئی بات کہہ جاتا ہے۔ چناں چہ کلائسٹ (Kleist) نے بہناپے والی محبوباؤں، ممتا بھری بیٹیوں، بہنوں جیسی ماؤں کے ہونے کی تڑپ میں خود کو خرچ کر لیا، جنھوں نے کبھی بھی شرم سے سر نہ جھکائے۔ جب حکامِ عدالت (magistrates) کے محل کی بحالی ہوگئی، [تب] ادائیگی کرنے کا وقت آ گیا: [یعنی] بے قابو عناصر کی فوری بے رحم موت۔

مگر صرف شاعر–ناول نگار [یعنی] حقیقت نگاری (representationalism) کے اتحادی نہیں۔ کیوں کہ شاعری میں لاشعور کے ذریعے طاقت حاصل کی جاتی ہے، اور چوں کہ لاشعور، اکیلی بے سرحد مملکت وہ جگہ ہے جہاں دبایا ہوا محفوظ رہ جاتا ہے: [یعنی] عورتیں، یا پھر جیسے ہاف مین (Heinrich Hoffmann ۱۸۰۹ء–۱۸۹۴ء) کہتا ہے، پریاں۔

اسے خود کو لکھنا چاہیے، کیوں کہ یہ نئی باغی تحریر کی ایجاد ہے جو، جب اس کی آزادی کا لمحہ آ چکا ہو گا، اسے اپنی تاریخ میں ناگزیر توڑ پھوڑ اور تبدیلیوں کی اجازت دے گی، آغاز میں دو مرحلوں میں، جنھیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔

الف) انفرادی طور پر۔ خود کو لکھ کر، عورت اس جسم میں لوٹے گی جو اس سے چھین لیا گیا ہے، جسے نمائش پر رکھے پراسرار اجنبی میں تبدیل کر دیا گیا ہے — بیمار اور مردہ ڈھانچہ، جو اکثر اوقات ایک بدخو ساتھی ثابت ہوتا ہے، وسوسوں کی وجہ اور مقام۔ جسم کو حذف کرنے سے اسی وقت تم سانس اور آواز کو حذف کرتے ہو۔

اپنے آپ کو لکھو۔ تمھارے جسم کو سنا جانا چاہیے۔ صرف تبھی لاشعور کے بے پناہ وسائل سامنے آئیں گے۔ ہمارا آتش گیر مادہ پوری دنیا میں پھیل جائے گا، ڈالروں کے بغیر — سیاہ یا سنہرا — غیر تخمینہ شدہ قدریں جو کہ پرانے کھیل کے اصول بدل دیں گی۔

لکھنا ایک عمل ہے جو نہ صرف عورت کے اس کی جنسیت کے ساتھ غیر حذف شدہ تعلق کو، اس کی عورتانہ ذات تک، اس کی اصل ذات تک ''حاصل کر لے گا''؛ وہ اسے اس کا سامان واپس کر دے گا، اس کی خوشیاں، اس کے اعضا، اس کے بے پناہ جسمانی علاقے جو مہر بند رکھے گئے؛ وہ اسے ان فوق الانانی (superegoized) ڈھانچوں سے کھینچ نکالے گا جن میں اس نے ہمیشہ مجرم کی جگہ سنبھالے رکھی (ہر چیز کی مجرم، ہر موڑ پر مجرم: خواہش رکھنے پر، کوئی خواہش نہ رکھنے پر؛ سرد مہر ہونے پر، بہت ''گرم جوش'' ہونے پر؛ بہ یک وقت

دونوں نہ ہونے پر؛ بہت زیادہ ممتا بھری ہونے پر اور بہت کافی نہ ہونے پر؛ بچے ہونے پر اور کوئی بچہ نہ ہونے پر؛ دودھ پلانے پر، دودھ نہ پلانے پر۔۔۔)—اسے اس تحقیق، اس تجزیے اور انکشاف کے عمل کے ذریعے کھینچ نکالو، اس کی ذات کے اس شان دار متن کی رستگاری کے ذریعے جسے بولنا اسے فوری طور پر سیکھ لینا چاہیے۔ ایک بے جسم عورت، گونگی، اندھی، ایک اچھی جنگ جو نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک عسکریت پسند مرد کی ملازم، اس کا سایہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہمیں اس غیر حقیقی عورت کو مار دینا چاہیے جو زندہ عورت کو سانس لینے سے روک رہی ہے۔ مکمل عورت کے سانس کو نقش کرو۔

ب) ایک ایسا عمل جو عورت کے بولنے کے موقع کو حاصل کر لینے کی وجہ سے بھی نمایاں ہو گا، چناں چہ اس کا تاریخ میں زوردار داخلہ ہو گا، جس (تاریخ) کی بنیاد ہمیشہ اس پر لگنے والی پابندیوں پر قائم رہی ہے۔ وہ لکھے تاکہ اپنے لیے ایک مخالف اصولِ عقلی (antilogos) ہتھیار گھڑ سکے۔ اپنی مرضی سے حاصل کرنے والی اور آغاز کرنے والی بنے، اپنے حق کے لیے، ہر علامتی نظام میں، ہر سیاسی عمل میں۔

یہ زمانہ عورتوں کے لیے ہے کہ وہ اپنے کارنامے تحریری شکل میں اور بول چال کی زبان میں سامنے لائیں۔

ہر عورت اٹھ کر بولنے کے عذاب سے آگاہ ہے۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا ہوتا ہے، اکثر اوقات اسے لفظ نہیں ملتے، زمین اور زبان پھسل رہے ہوتے ہیں—ایک عورت کے لیے بولنا—عوام میں—منہ کھول لینا ہی—ایک ایسا ہی جرأت آمیز کارنامہ ہے، ایسا ہی بڑا تجاوز ہے۔ اگر وہ یہ تجاوز کر بھی لے، تو یہ دہری اذیت ہوتی ہے، کہ اس کے الفاظ ایک تقریباً بہرے مردانہ کان میں پڑتے ہیں، وہ وہی زبان سنتا ہے جو مردانہ طرز میں بولی جائے۔

یہ [عورتیں] صرف لکھنے سے، عورتوں کی طرف سے اور عورتوں کو مخاطب کر کے، اور بولنے کی اس چنوتی کو قبول کر کے جس پر مردانہ عضوِ تناسل کی حکومت ہے، عورتوں [کی موجودگی] اس جگہ میں یقینی بنائیں گی جو کہ علامتی میں اور علامتی نے گھیری ہوئی ہے، یعنی کہ، خاموشی کے علاوہ ایک جگہ میں۔ عورتوں کو خاموشی کے پھندے سے نکلنا چاہیے۔ انھیں اس حلقے میں قید نہیں رہنا چاہیے جو حاشیہ ہے یا حرم ہے۔

اس عورت کو سنو جو ایک عوامی اکٹھ میں بات کر رہی ہے (اگر مصیبت سے اس کا سانس پھول نہ گیا ہو)۔ وہ ''بولتی'' نہیں ہے، وہ اپنے کانپتے جسم کو آگے پھینکتی ہے؛ وہ خود کو ڈھیلا چھوڑ دیتی ہے، وہ اڑتی ہے؛ وہ کلی طور پر اپنی آواز میں سما جاتی ہے، اور وہ اپنے جسم کی مدد سے اپنی گفتگو کی ''منطق'' کو ضروری طور پر سہارا دیتی ہے۔ اس کا بدن سچ بولتا ہے۔ وہ خود کو بے حجاب کر دیتی ہے۔ دراصل، وہ جو سوچ رہی ہوتی ہے، اسے جسمانی طور پر مجسم کرتی ہے؛ وہ اسے اپنے جسم کے ذریعے ظاہر کرتی ہے۔ ایک طرح سے وہ جو کہہ رہی ہوتی ہے، اسے نقش کرتی ہے، کیوں کہ وہ اس سے انکار نہیں کرتی کہ اس کے بولنے میں اس کی خواہشات کا خودسر اور جذباتی حصہ ہے۔ اس کی گفتگو، چاہے وہ ''نظریے پر مبنی'' ہو یا سیاسی، کبھی بھی سادہ یا سیدھی یا ''مجسم'' عمومی طور پر نہیں ہوتی ہے: وہ تاریخ میں اپنی کہانی لاتی ہے۔

اس میں وہ تضاد نہیں ہوتا، وہ تقسیم جو کہ عام مرد نے زبانی گفتگو کی منطق اور تحریر کی منطق میں قائم کی ہے، جیسے کہ وہ خود اپنی اس قدیمی اضافت میں بندھا ہے، مہارت حاصل کرنے کے لیے-[سووہ] چاکری کرتا ہے، حساب کتاب کرتا ہے۔ اس میں سے بخیلی کی حامل بے اخلاص ہمدردی ابھرتی ہے جس میں جسم کا سب سے چھوٹا حصہ مصروف ہوتا ہے، اور ظاہر (mask) بھی۔

عورتوں کی گفتگو میں، ان کی تحریر کی طرح، ایک ایسا عنصر ہے جو کبھی گونجنا نہیں چھوڑتا، ایک دفعہ جب ہم اس میں داخل ہو جاتے ہیں، اس سے بہت شدت سے اور ناقابلِ فہم انداز میں متاثر ہوتے ہیں، وہ ہم پر اثر انداز ہونے کی طاقت برقرار رکھتا ہے — یہ عنصر گیت ہے: پیار کی پہلی آواز کی پہلی موسیقی جو ہر عورت میں زندہ ہے۔ آواز کے ساتھ ایسا استحقاق کا حامل تعلق کیوں؟ کیوں کہ کوئی عورت بھی اپنی خواہشات کو روکنے کے اتنے دفاعی حربے ذخیرہ نہیں کر سکتی جتنے ایک مرد کرتا ہے۔ تم اپنے گرد دیواریں نہیں بناتی، تم اس [مرد] کی طرح اپنی مسرت سے اتنی "دانائی" سے دستبردار نہیں ہوتی۔ اگرچہ عام طور پر اچھے تعلقات کو مردانہ عضوِ تناسل کے اسرار نے آلودہ کر رکھا ہے، ایک عورت کبھی بھی "ماں" کے کردار سے دور نہیں رہتی (میرا مطلب ہے کہ اپنے کردار کے افعال سے باہر: "ماں" ایک بے نام اور چیزوں کی فراہمی کا منبع ہے)۔ اس کے اندر ہمیشہ، کم از کم کچھ نہ کچھ، اس اچھی ماں کا دودھ رہتا ہے۔ وہ سفید روشنائی سے لکھتی ہے۔

عورتوں کے لیے عورت — عورت میں ہمیشہ وہ طاقت موجود رہتی ہے جو پیدا کرتی ہے / دوسرے سے پیدا ہوتی ہے — خاص طور پر، دوسری عورت۔ اپنی ذات میں، کوکھ، جھولا جھلانے والی؛ خود اپنی ماں کی طرح [دوسروں کو] دینے والی، اور بچہ؛ [وہ] اپنی ہی بہن / بیٹی ہے۔ تم شاید اعتراض کرو، "اس کے بارے میں کیا خیال ہے جو ایک خراب ماں کی سنکی ہوئی اولاد ہو؟" سب کچھ بدل جائے گا جب عورت، دوسری عورت کو عورت دے گی۔ عورت کے اندر چھپا ہوا اور ہمیشہ تیار وسیلہ ہوتا ہے؛ دوسرے کے لیے موقع۔ ماں، بھی، ایک استعارہ ہے۔ یہ ضروری اور کافی ہے کہ اپنا بہترین، عورت کو دیا جائے، ایک دوسری عورت کی جانب سے، تاکہ وہ خود سے پیار کرنے کے قابل ہو سکے اور پیار کے بدلے میں وہ جسم خود کو واپس کرے جو اس کے لیے "پیدا ہوا تھا۔" "مجھے چھوؤ، سہلاؤ، تم جو جیتی جاگتی بے نام ہو، مجھے میرا اپنا آپ میری ذات کی طرح لوٹاؤ۔ "ماں" کے ساتھ تعلق میں، شدید مسرت اور تشدد کے حوالے سے، تخفیف، بچپن کے ساتھ تعلق سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ (بچہ جو وہ تھی، جو وہ ہے، جو وہ بناتی ہے، دوبارہ بناتی ہے، بگاڑتی ہے، اس نقطے تک جہاں، ہو بہو، وہ خود کو دوسرا بنا لیتی ہے۔) متن: [یعنی] میرا جسم — گیت کی لہروں کے ساتھ بنایا گیا؛ میری مراد دبنگ اور چھیننے والی "ماں" نہیں ہے، بلکہ جو تمھیں چھو لے، وہ ابہام جو تم پر اثر انداز ہو، تمھارے سینے کو زبان میں ادا ہونے کی خواہش سے بھر دے اور تمھاری طاقت کی بنیاد رکھے؛ وہ ترنم جو تمھیں ہنسے؛ وہ قریبی وصول کنندہ جو تمام استعاروں کو ممکن اور قابلِ تمنا بناتا ہے؛ جسم (جسم؟ اجسام؟) خدا سے، روح سے یا دوسرے سے زیادہ قابلِ تمنا نہیں؛ تمھارا وہ حصہ جو تم میں ایک خلا چھوڑ دیتا ہے اور تمھیں اکساتا ہے کہ تم اس زبان میں لکھو جو تمھارے عورت ہونے کا انداز ہے۔ عورتوں میں زیادہ یا کم، وہ ماں ہوتی ہے جو سب کچھ ٹھیک کر دیتی ہے، جو پرورش کرتی ہے، اور جو جدائی کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہے: وہ قوت جو کبھی منقطع نہیں کی جا سکتی، مگر جو ضابطوں کو کم زور کر سکتی

ہے۔ امریکی ہمیں یاد دلاتے ہیں، ’’ہم سب ہم جنس پرست (lesbian) ہیں‘‘؛ یعنی عورت کو بدنام نہیں کرو، اسے وہ نہ بناؤ جو مردوں نے تمھیں بنا دیا ہے۔

کیوں کہ اس کی خواہشات کی ’’اقتصادیات‘‘ حیرت انگیز ہے، مردانہ، جمع خرچ پر استوار تبادلے کے تمام نظام بالواسطہ اور بلاواسطہ تبدیل کرنے کے لیے، بولنے کے موقع سے فائدہ اٹھانے میں، وہ ناکام نہیں ہو سکتی۔ اس کی جنسی خواہش سیاسی اور سماجی تبدیلی کے، اس سے کہیں زیادہ انقلابی اثرات پیدا کرے گی، جتنا کوئی سوچنا پسند کر سکتا ہے۔

کیوں کہ وہ آتی ہے، متحرک، بار بار، ہم ایک نئی تاریخ کے آغاز میں ہیں، یا یہ کہنا چاہیے کہ یہ ہونے کا عمل ہے جہاں بہت سی تاریخوں کا انقطاع ہوتا ہے۔ تاریخ کے موضوع کے طور پر، عورت ہمیشہ بہ یک وقت بہت سی جگہوں پر ظہور کرتی ہے۔ عورت اس ایک، ضابطے بتانے والی تاریخ کو کہ جو قوتوں کو ہم آہنگ کرتی ہے اور انھیں رخ دیتی ہے، تضادات کو ہانک کر ایک میدانِ جنگ میں لا کر، سوچے ہوئے کو بھلاتی (unthink) ہے [۴]۔ عورت میں، ذاتی تاریخ تمام عورتوں کی تاریخ کے ساتھ ہم آمیز ہے، قومی اور دنیا کی تاریخ کے ساتھ بھی۔ ایک جنگ جو کے طور پر، وہ تمام آزادیوں کا لازمی حصہ ہے۔ اسے دور اندیش ہونا چاہیے، ایک ایک کر کے باہمی عمل تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ وہ پیش گوئی کرتی ہے کہ اس کی آزادی قوت کے رشتوں کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر کچھ کرے گی یا کم از کم ذمہ داری مخالف گروہ کے سپرد کر دے گی؛ وہ انسانی تعلقات میں تبدیلی لائے گی، سوچ میں، تمام رسوم و رواج میں: اس کی صرف ایک طبقاتی جدوجہد نہیں، جسے وہ ایک زیادہ وسیع تحریک میں ڈھال دیتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جدوجہد (کوششوں) میں تمھیں طبقاتی جنگ کو چھوڑنا ہوتا ہے یا ترک کرنا ہوتا ہے؛ مگر تمھیں اسے توڑ کر کھولنا ہو گا، پھیلانا ہو گا، آگے بڑھانا ہو گا، اسے بنیادی جدوجہد سے بھرنا ہو گا تاکہ طبقاتی جدوجہد سے، یا کسی طبقے یا لوگوں کی آزادی کے لیے کسی بھی اور کوشش، ایک قسم کے دباؤ کے طور پر عمل کرنے سے، ناگزیر کو ملتوی کرنے کے کسی بھی بہانے سے، طاقت کے تعلقات میں اور انفرادیات کے بننے میں، ڈانواں ڈول تبدیلی سے، باز رہا جا سکے۔ یہ تبدیلی پہلے ہی ہم تک آ چکی ہے — مثال کے طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکا میں، جہاں لاکھوں شب بیدار، خاندان کو کم تر سمجھنے کے عمل سے دوچار ہیں اور پورے امریکی معاشرے کی سماجیت کو بکھیر رہے ہیں۔

نئی تاریخ بن رہی ہے؛ یہ خواب نہیں ہے، اگرچہ یہ مردوں کے تخیل سے ورا وسعت رکھتا ہے اور اس کا اچھا خاصا سبب موجود ہے۔ یہ انھیں ان کی تصوراتی جراحتوں (orthopedics) سے محروم کرتا ہے، ان کی ترغیب کی مشین کی بربادی کے آغاز کے ساتھ۔

تانیثی تحریر کے عمل کی تعریف کرنا ناممکن ہے، اور یہ وہ ناممکن ہے جو برقرار رہے گا، چوں کہ اس کام کو نظریہ نہیں بنایا جا سکتا، بند نہیں کیا جا سکتا، اس کی کوڈنگ نہیں ہو سکتی — تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ موجود ہی نہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ اس بیانیے کو

۴۔ Dé-pense، فعل penser پر بنی ہوئی ایک معقولیت (neologism)، سو ’’سوچے ہوئے بھلاتی ہے‘‘ (unthinks)، مگر ’’خرچ کرنا‘‘ (spends) بھی (dépenser) سے۔ (مترجم کا نوٹ)

پیچھے چھوڑے گا کہ جو— عضوِ تناسل مرکوز نظام کو ترتیب دیتا ہے؛ یہ ان دائرہ ہائے کار میں کارفرما ہے اور رہے گا جو فلسفیانہ و نظریاتی تسلط کے ماتحت نہیں ہیں۔ یہ صرف انھی لوگوں کے ذریعے متصور کیا جائے گا جو خودکاریت کو توڑنے والے ہیں، ایسی بیرونی اشکال کے ذریعے جنھیں کبھی محکوم نہیں بنایا جا سکتا۔

چناں چہ اس طرزِ تحریر کی ترقی کو مستحکم بنانے، اس کی روانی کو کوئی صورت دینے کے لیے، قریبی اور فاصلاتی پگڈنڈیوں کی ضرورت ہے۔ شروعات کرنے کے لیے یہ یاد رہے کہ (اول) جنسی مخالفت، جس نے ہمیشہ تحریر کو بھی اس کے قوانین کے مطابق محدود کرنے کی حد تک مرد کے فائدے کے لیے کام کیا ہے، یہ محض ایک تاریخی، ثقافتی حد بندی ہے۔ یہ اب اور آئندہ، زیادہ سے زیادہ تیزی سے پھیلے گی، ایک فکشن جو تانیثیت کے ناقابلِ تخفیف اثرات پیدا کرتا ہے۔ (دوم) یہ کہ جہالت کے ذریعے دونوں جنس کے زیادہ تر قارئین، ناقدین اور لکھاری نسائی اور مردانہ تحریروں کے درمیان امتیاز کے امکان یا مطابقت کو قبول کرنے یا فوری طور پر رد کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ عام طور پر یہ کہا جائے گا کہ جنسی تفریق کو ایک طرف رکھتے ہوئے: یا تو یہ کہ تمام تحریر وجود میں آنے کی حد تک نسائی ہے؛ یا اس کے الٹ— لیکن یہ اسی بات پر لاگو ہوتا ہے— کہ لکھنے کا عمل مردانہ خود لذتیت کے برابر ہے (سو جو عورت لکھتی ہے وہ اپنے لیے کاغذی مردانہ عضوِ تناسل بناتی ہے)؛ یا یہ کہ لکھنا دو جنسی ہے، چناں چہ بے جنس ہے، جو پھر سے امتیاز کو ختم کرتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا کہ لکھنا خاص طور پر ان دونوں کے بین بین کام کرنا ہے، اس کے اور دوسرے کے عمل کا معائنہ کرنا جس کے بغیر کچھ زندہ نہیں رہ سکتا، موت کے عمل کو منسوخ کرنا ہے— یہ تسلیم کرنا کہ پہلے تو دونوں کی تمنا کرنا، اور دونوں بھی، ایک اور دوسرے کا مجموعہ، جدوجہد اور اخراج کے تسلسل میں یا موت کی کسی دوسری صورت میں نہیں جڑے ہوئے مگر ایک سے دوسری میں تبدیلی کے مسلسل عمل سے لامحدود طور پر متحرک ہوتے رہتے ہیں۔ مختلف اشخاص کا ایک دوسرے کو جاننے اور ایک دوسرے کو دوسرے کی موجود حد بندیوں سے دوبارہ آغاز کرنے کا عمل: ایک متعدد اور لامتناہی عمل، ایک سے دوسرے اور دونوں کے درمیان میں لاکھوں مڈبھیڑوں اور تبدیلیوں کے ساتھ، کہ جس سے عورت اپنی ہیئتیں حاصل کرتی ہے (اور مرد، اپنی باری میں؛ لیکن وہ اس (مرد) کی الگ تاریخ ہے)۔

"دو جنسی"، یعنی "بے جنس" کہہ کر میں دو جنسیت کے اس روایتی تصور کی طرف اشارہ کر رہی ہوں، جو آختہ کاری کے خوف کی علامت کے ساتھ ساتھ ایک کُل (اگرچہ دو نصف کا مرکب) کی خوش فہمی کے نیچے دبا دیا گیا تھا، جو ایک خرچ کے نقصان کے طور پر تجربہ کیے گئے اس فرق کے ساتھ، کٹ جانے کی خوفزدگی کے نشان کے طور پر، ختم ہو گا۔

اس کسرِ نفسی، ادغامی قسم کی دو جنسیت جو آختہ کاری کو ظاہر کر دے (ایک لکھاری جو اپنا بورڈ لگاتا ہے: "یہاں دو جنسی لکھا ہے، آیئے اور دیکھیے،" جب دونوں کے حوالے سے امکان ہو کہ ایک ہے نہ دوسرا)، میں دوسری دو جنسیت کی مخالفت کرتی ہوں جس پر ہر فرد اپنی شہوت کی کائنات میں پائے جانے والے مردانہ عضوِ تناسل مرکوز نمائندگی کے نظام کے جعلی تھیٹر میں بند نہیں ہے۔ دو جنسیت: جو ہر ایک کے اندر خود موجودگی کا مقام ہے (répérage en soi)— مختلف طرح سے مرد یا عورت— دونوں جنسوں کے، ہر فرد کے مطابق

ظاہر اور مصرہے، تضاد یا کسی ایک جنس کے ادخال، اور، اس ''خود کو اجازت دینے'' سے، میرے جسم اور دوسرے جسم کے تمام حصوں پر، خواہش کی تحریر کے اثرات کا تعدد ہے۔

اب بات یہ ہے کہ اس وقت، تاریخی و ثقافتی وجوہات کی بنا پر، یہ عورت ہے جو اس پیش گویانہ دو جنسیت کے بارے میں [بات کرنے کو] تیار ہے اور اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے، جو اختلافات کو ختم نہیں کرتی بلکہ نمایاں کرتی ہے، تعاقب کرتی ہے، ان کی تعداد میں اضافہ کرتی ہے۔ ایک طرح سے، ''عورت دو جنسی ہے''؛ مرد — یہ کسی کے لیے راز کی بات نہیں — شان دار مردانہ عضوِ تناسل کی یک جنسیت (monosexuality) کو مدنظر رکھنے کے لیے بنا ہے۔ مردانہ عضوِ تناسل کی بنیادی حیثیت کی تصدیق کرنے اور اسے عمل میں لانے کے سبب، مردانہ عضوِ تناسل مرکوز نظریہ ایک سے زیادہ مظلوموں کو شکار کرتا ہے۔ بطور ایک عورت کے، میں عصائے شاہی (scepter) کے عظیم سایے میں پریشان رہی اور مجھے بتایا گیا: اس کی پوجا کرو، کہ جس پر تم پابندی نہیں لگا سکتی۔ لیکن اسی وقت، مرد کو عجیب و غریب اور شاذونادر قابلِ رشک قسمت دی گئی (ذرا سوچیں)، وہ مٹی کے گیندوں والا اکیلا بت بن کر رہ گیا۔ اور جیسا کہ فرائیڈ اور اس کے ماننے والوں نے کہا، عورت بن جانے کے خوف میں، خرچ ہو گیا۔ اگر عورتوں کی جانب سے، نسائیت کو دبانے کے حوالے سے تحلیلِ نفسی کی گئی (اور کوئی ایسا کامیاب دباؤ نہیں — مردوں نے یہ واضح کر دیا)، تو اس کی مردانہ جنسیت کی کہانی اب مشکل ہی سے قابلِ تردید ہے؛ جیسا کہ تمام ''انسانی'' علوم کے معاملے میں ہوتا ہے، یہ مردانہ نقطۂ نظر ہی کو جنم دیتا ہے، جس کے اثرات میں سے یہ خود ایک ہے۔

یہاں ہمیں ایک ناگزیر چٹانی مرد (man-with-rock) کا سامنا ہوتا ہے، جو اپنی قدیم فرائیڈ کی سلطنت میں سیدھا کھڑا ہے، اس انداز سے کہ گویا اس عضو کو اس نقطے پر واپس لے جانے کے لیے جہاں لسانیات اسے ''پھر سے'' متصور کر رہی ہے، لاکان اسے مردانہ عضوِ تناسل کی پناہ گاہ میں خصی کیے جانے کی کجی سے (castration's lack) ''تحفظ فراہم کرتے ہوئے'' (Ø) ''محفوظ کرتا ہے''! ان کی علامتیں موجود ہیں، یہ قوت کا حامل ہے — ہم بدنظمی بونے والیاں ہی اسے بہت بہتر جانتی ہیں۔ لیکن ہم برے انداز میں ڈرامہ دوبارہ سٹیج کرنے کے حوالے سے موضوع کی ساخت کو سمجھنے، باپ کے مذہب کو بار بار بحال کرنے کے لیے، اپنی زندگیاں ان کی خامیوں کے ذخائر میں جمع کرانے کی پابند نہیں ہیں۔ کیوں کہ ہم یہ نہیں چاہتیں۔ ہم عظیم سوراخ کی چاپلوسی نہیں کرتیں۔ ہمارے پاس منفی کی بیعت کرنے کے لیے کوئی عورتانہ وجہ نہیں ہے۔ نسائیت (جیسا کہ شاعر گمان کرتے ہیں) تصدیق کرتی ہے: ''۔۔۔ اور ہاں،'' مولی کہتی ہے کسی بھی کتاب سے ورا، Ulysses اٹھائے ہوئے اور ایک نئی تحریر کی طرف جاتے ہوئے، ''میں نے ہاں کہا، میں کروں گی، ہاں۔''

تاریک براعظم نہ تو تاریک ہے نہ ہی ناقابلِ دریافت۔ یہ ابھی تک صرف اس لیے ناقابلِ دریافت ہے کیوں کہ ہمیں اس کا یقین دلا دیا گیا تھا کہ یہ اتنا سیاہ ہے کہ دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ اور چوں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کا یقین کر لیں جو سفید فام براعظم میں ہمارے فائدے میں ہے، اس کی یادگاروں کے بغیر۔ اور ہم نے یقین کر لیا۔ انھوں نے ہمیں دو خوفناک دیومالائی

داستانوں کے بیچ باندھ رکھا ہے: میڈیوسا اور پاتال (abyss) کے بیچ۔ یہ آدھی دنیا کو ہنسانے کے لیے کافی ہو گا، سوائے اس کے کہ یہ ابھی تک جاری ہے۔ جب مردانہ عضوِ تناسل مرکوز غلامی[5] ہمارے ساتھ ہے اور یہ عسکری ہے، قدیم ترتیب کو دوبارہ سے بناتی ہوئی، آختہ کاری کے یقین میں پنہاں۔ انھوں نے کچھ نہیں بدلا: انھوں نے حقیقت کے لیے اپنی خواہش کو نظریے کی شکل دی ہے! ذرا پادریوں کو ڈراتے ہیں، ہم انھیں اپنے جنسی متون (sexts) دکھائیں گے۔

ان کے لیے کتنا برا ہو اگر وہ یہ دریافت کرنے میں پارہ پارہ ہو جائیں کہ عورتیں مرد نہیں ہیں، یا یہ کہ ماں کے پاس وہ نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ خوف ان کے لیے سہولت نہیں ہے؟ کیا سب سے برا یہ نہیں ہو گا، یہ نہیں ہے، حقیقت میں، کہ عورتیں خصی نہیں ہیں، یہ کہ انھیں تاریخ کے معنی بدلنے کے لیے سائرن (sirens) کو سننے سے باز رہنا ہو گا (کیوں کہ سائرن مرد تھے)۔ تمھیں میڈیوسا کو دیکھنے کے لیے صرف براہِ راست اسے دیکھنا پڑے گا اور وہ خوفناک نہیں ہے۔ وہ خوب صورت ہے اور وہ ہنس رہی ہے۔

مرد کہتے ہیں کہ دو ناقابلِ رونمائی چیزیں ہیں: موت اور نسائی جنس۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نسائیت کو موت کے ساتھ جوڑنا چاہتے ہیں؛ یہ وہ شدید اعصابی ہیجان ہے جو انھیں شہوانی خواہش دیتا ہے! خود ان کے لیے! انھیں ہم سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ لرزہ براندام سارے پرسیئس[28] دیکھیں جو ہماری طرف الٹے قدموں سے آ رہے ہیں، بری قسمت سے بچنے کی علامت (apotropes) میں ملبوس۔ کیا خوب صورت کمریں ہیں! ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں! یہاں سے نکل چلو!

جلدی کرو: براعظم ناقابلِ تسخیر طور پر تاریک نہیں ہے۔ میں اکثر وہاں جاتی رہی ہوں۔ مجھے ایک روز وہاں ژاں ژے نے [Jean Genêt] کو مل کر بے تحاشا خوشی ہوئی تھی۔ یہ "جنازے کا جلوس"[6] (pompes funébres) تھا۔ وہ وہاں اپنی ژاں کی رہ نمائی میں آیا تھا۔ کچھ مرد ہیں (بہت کم) جو نسائیت سے خوف زدہ نہیں ہیں۔

ابھی تک سب کچھ ہی عورتوں کی طرف سے لکھنا باقی ہے، نسائیت کے بارے میں: اپنی جنسیت کے بارے میں، یعنی، اس کی لامحدود اور متحرک پیچیدگی، ان کی شہوت انگیزی، ان کے اجسام کے مخصوص شہوت انگیز اعضا کے اچانک جنسی طلب میں مبتلا ہونے [کے بارے میں]؛ یہ قسمت کے بارے میں نہیں بلکہ ایک یا دوسری خواہش کی مہم جوئی کے بارے میں ہے، سیر، انقطاع، گھسٹ کر چلنے، اچانک اور بتدریج جاگنے، ایک علاقے کی دریافتوں کو ایک بار بزدلانہ اور جلد ہی فیصلہ کن بنانے کے بارے میں۔ ایک عورت اپنے جسم کی ایک ہزار ایک اشتیاق کی دہلیزوں کے ساتھ—ایک بار، بندھن اور پابندیوں کو توڑتے ہوئے، اسے معانی کی کثرت پیدا کرنے دیتی ہے جو اس کے اندر ہر سمت میں دوڑتے ہیں—جو بوڑھی تنہا، جھریوں والی ماں بولی کو ایک زبان سے زیادہ کے ساتھ گونجنے والی بنائے گی۔

ہمیں ہمارے جسموں سے دور کر دیا گیا ہے، بے شرمی سے نظر انداز کرنا سکھایا گیا ہے؛ انھیں احمقانہ جنسی حیا سے ماریں، ہمیں پرانے احمقانہ کھیل کا شکار بنایا ہے: ہر کوئی جنسِ مخالف سے محبت کرے گا۔ میں تمھیں تمھارا جسم دوں گی اور تم مجھے میرا۔

۵۔ ہیگل کی *Aufhebung* کے لیے معیاری انگریزی اصطلاح، فرانسیسی کا *la relève*۔

۶۔ ژاں ژے نے، *Pompes funébres* (پیرس، ۱۹۴۸)، صفحہ ۱۸۵۔

لیکن وہ مرد کون سے ہیں جو عورتوں کو وہ جسم دیتے ہیں کہ وہ آنکھیں بند کر کے ان کی طرف مائل ہوتی ہیں؟ اتنے کم متون کیوں؟ کیوں کہ ابھی تک بہت کم عورتوں نے اپنا جسم واپس جیتا ہے۔ عورتوں کو اپنے جسموں کے ذریعے لکھنا چاہیے، انھیں ناقابلِ تسخیر زبان ایجاد کرنا ہوگی جو تقسیم، طبقات، اور بیانیوں، قوانین اور ضابطوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے، انھیں ڈوبنا چاہیے، بیچ سے گزرنا چاہیے، حتیٰ معکوس بیانیوں (reverse-discourse) کے پار پہنچنا چاہیے، بشمول اس کے جو "خاموشی" کے تلفظ کی ادائیگی کے خیال ہی پر ہنستا ہے، وہ جو، ناممکن کو مقصد بناتے ہوئے "ناممکن" لفظ سے ذرا پہلے رکتی ہیں اور اسے "اختتام" لکھ دیتی ہیں۔

عورت کی طاقت ایسی ہے کہ، نحو (syntax) کو ایک طرف کرتے ہوئے، اس مشہور دھاگے کو توڑتے ہوئے (صرف ایک چھوٹا سا دھاگہ، وہ کہتے ہیں) جو مردوں کے لیے ایک متبادل نال (surrogate umbilical cord) کا کام دیتا ہے، انھیں تسلی دیتا ہے—ورنہ وہ آنہ سکتے— کہ بوڑھی عورت ہمیشہ ان کے بالکل پیچھے موجود ہے، انھیں آلہ تناسل بناتے ہوئے دیکھتی ہوئی، عورتیں ناممکن تک جائیں گی۔

جب اپنی ثقافت اور اپنے سماج کے "دبائے ہوئے" واپس آتے ہیں، یہ ایک دھماکہ خیز مکمل طور پر تباہ کن، حیران کن واپسی ہے، ایسی قوت کے ساتھ جسے ابھی تک آزاد نہیں کیا گیا، اور جو سب سے ممنوعہ رکاوٹوں کے برابر ہے۔ سو جب آلہ تناسل مرکوز دور کا اختتام ہو، عورتیں یا تو ختم ہو چکی ہوں گی یا سب سے اعلیٰ اور سب سے پر تشدد کنندن بن چکی ہوں گی۔ اپنی پوری تاریخ میں ان کا منہ بند کیا گیا، وہ خوابوں میں زندہ رہیں، جسموں میں (اگرچہ خاموش کیے گئے) خاموشیوں میں، بے صدا بغاوتوں (aphonic revolts) میں۔

اپنی نزاکت میں ایسی طاقت کے ساتھ؛ نزاکت، کمزوری، ان کی لاجواب شدت کے برابر۔ خوش قسمتی سے، ان کی تطہیر نہیں ہوئی: انھوں نے اپنی جلد، اپنی طاقت بچائی ہے۔ انھوں نے آنے والے زمانوں کے بغیر زندگیوں کو تعطل میں ڈال کر ختم کرنے کے لیے کام نہیں کیا۔ وہ شدت سے اپنے بھرے ہوئے جسموں میں آباد رہی ہیں: قابلِ ستائش جنونی جنھوں نے فرائیڈ کو بہت سے ان گنت ناقابلِ اعتراف نفس پسند لمحات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا، اس کے پچی کاری سے بنے مجسمہ پر اپنے جسمانی پرجوش بدنی لفظوں سے گولہ باری کی، اسے اپنی ناقابلِ سماعت گرج دار مذمتوں سے پریشان کیا، درخشاں، شرم کے سات پردوں کے عقب میں عریاں سے بھی بڑھ کر۔ وہ، جنھوں نے، جسم کے ایک لفظ کے ذریعے، تاریخ کی عمودی وسعت کو لکھا ہے، جو مردوں کی مکمل تاریخ اور مذہبی، سرمایہ داری سماج سے تیر کی طرح اچھل کر سامنے آئی ہیں، عورتیں ہیں، گزشتہ دن کی عرض گزار، جو نئی عورت کے جد کے طور پر آئی ہیں، جن کے بعد کوئی بھی بین موضوعی تعلق کبھی بھی ویسا نہیں رہ سکے گا۔ تم، ڈورا (Dora)، تم جو ناقابلِ تسخیر ہو، شاعرانہ جسم، تم اشارہ کنندہ (signifier) کی "سچی داشتہ" ہو۔ بہت جلد تمھاری آواز کو مزید دبایا نہیں جائے گا تو تمھاری افادیت کام کرتی دکھائی دے گی، اس کی نوک اندر کی طرف، تمھارے سینے کے ساتھ ہوگی، مگر تحریر باہر کی طرف، دوسرے کے سہارے ہوگی۔

جسم میں... مردوں کی نسبت جو کہ سماجی کامیابی کی طرف اور ترقی کی طرف پھسلائے جاتے ہیں، عورتیں جسم ہیں۔ زیادہ جسم، یعنی کہ زیادہ تحریر۔ ایک لمبے عرصے تک، عورتوں نے جسموں ہی سے، ظلم و ستم کا، گھریلو بنانے کے خاندانی و ازدواجی

کاروبار کا، انھیں خصی کر دینے کی بارہا کوششوں کا، جواب دیا۔ وہ جنھوں نے نہ بولنے سے پہلے، اپنی زبانیں دس ہزار بار گھمائیں، سات پھیروں میں گھمائیں، وہ یا تو اس وجہ سے مر چکی ہیں یا کسی اور کی نسبت اپنی زبانوں سے اور اپنے دہانوں سے زیادہ واقف ہیں۔ اب، میں عورت (I-woman) قانون کو دھماکے سے اڑا دوں گی: ایسا دھماکہ جو اب کے بعد ممکن اور ناگریز ہو گا؛ اسے ہونے دو؛ ابھی کے ابھی، زبان میں۔

ہمیں اس تحلیل میں نہ پھنسنے دیا جائے جو پرانی غیر شعوری حرکات سے بوجھل ہے۔ اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے کہ زبان ناقابلِ تسخیر حریف کو چھپاتی ہے، کیوں کہ یہ مردوں کی زبان اور صرف و نحو ہے۔ ہمیں ان کے لیے وہ ایک جگہ نہیں چھوڑنی چاہیے جو کہ ہمارے سے زیادہ مزید ان کی ہے۔

اگر عورت نے ہمیشہ مردوں کے بیانیے ''کے اندر'' ہی کام کیا ہے، ایک ایسی اشارہ کنندہ جس نے ہمیشہ متضاد اشارہ کنندہ کی طرف رجوع کیا، جو اپنی مخصوص توانائی کو فنا کرتی ہے اور اپنی بہت مختلف آوازوں کو گھٹاتی یا دباتی ہے، یہ وقت ہے کہ وہ اس ''اندر'' کو ہٹائے، اسے دھماکے سے اڑائے، اس کا رخ پھیر دے، اور اس پر قبضہ کر لے؛ اسے اپنا بنانے کے لیے، اسے گھیرے، اسے اپنے منہ میں ڈال لے، اس زبان کو اپنے ذاتی دانتوں سے چبائے تا کہ اپنے لیے وہ زبان ایجاد کر سکے جس کے اندر وہ جا سکے۔ اور تم دیکھو گے کہ وہ اس ''اندر'' سے کیسے آسانی سے باہر آئے گی—وہ ''اندروں'' جہاں وہ کبھی اونگھتی ہوئی اکڑوں بیٹھی تھی—اور لبوں پر بہہ نکلنے کے لیے وہ خود جھاگ کو چھپا لے گی۔

بات یہ نہیں کہ ان کے اوزاروں، ان کے تصورات، ان کی جگہوں کو ٹھیک کرنا ہے، یا انھیں ان کی حاکمیت کے مقام میں موردِ الزام ٹھہرانا ہے۔ کیوں کہ پہچان کو خطرہ لاحق ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم گھٹنے ٹیک دیں گے۔ یہ پریشان ہونے والوں پر چھوڑتے ہیں، مردانہ اضطراب اور اس کے اس جنون پر کہ وہ اس پر حاوی رہے کہ چیزیں کیسے کام کرتی ہیں—وہ جانے کہ ''کیسے کام کرتی ہے'' تا کہ وہ ''اس سے کام کروائے''۔ ہمارے لیے معاملہ یہ نہیں کہ ہم قبضہ کر لیں تا کہ اسے اپنا لیں یا اس کے ذریعے ساز باز کر سکیں، مگر یہ کہ ہم اس سے بھاگ نکلیں اور ''اڑ جائیں''[7]۔

اڑنا ایک عورت کا اشارہ ہے—زبان میں اڑان اور اسے [زبان کو] پرواز کروانا۔ ہم سب نے اڑان کا فن اور اس کی بے شمار تکنیکیں سیکھی ہیں؛ صدیوں تک ہم کسی بھی چیز کو صرف اڑان کے ذریعے ہی سے حاصل کر سکے ہیں؛ ہم اڑان میں زندہ رہے، بھاگنے میں، ڈھونڈنے میں، جب دل چاہا، تنگ راہ داریوں میں، خفیہ دوراہوں میں۔ یہ کوئی حادثہ نہیں کہ voler کے دو مفہوم ہیں اور یہ دونوں سے کھیلتا ہے اور یوں وہ احساس کے ہر کاروں کو گم راہ کرتا ہے۔ یہ کوئی حادثہ نہیں: عورتیں پرندوں اور چوروں پر گئی ہیں جیسا کہ چور عورتوں اور پرندوں پر گئے ہیں۔ وہ illes[8] جاتے ہیں، ڈربے سے اڑتے ہیں، خلا کا نظم تہ و بالا کرنے میں مزا لیتے ہیں،

۷۔ اس سے مراد "چوری کرنا" بھی ہے۔ فعل *voler* کے دونوں مطالب کو استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ متن اگلے پیروں میں خود وضاحت کر دے گا (مترجم کا نوٹ)۔

۸۔ Illes مذکر اسم ضمیر ils کا امتزاج ہے، جو پرندوں اور چوروں کی طرف حوالہ دیتا ہے، اس کا مونث اسم ضمیر ells ہے، جو عورتوں کی طرف حوالہ دیتا ہے (مترجم کا نوٹ)۔

اسے بے سمت کرنے میں، فرنیچر کی جگہ بدلنے میں، چیزوں اور اقدار کو بے جگہ کرنے میں، سب کچھ توڑنے میں، ڈھانچوں کو خالی کرنے میں اور املاک کو تہ و بالا کرنے میں۔

کب عورت نے اڑان نہیں بھری / چوری نہیں کی؟ کس نے اس حرکت کو محسوس نہیں کیا، اس کا خواب نہیں دیکھا یا ادا نہیں کیا جو سماجیت کو مفلوج کرتا ہے؟ کون علیحدگی کی حد تلے ریزہ ریزہ نہیں ہوا، اسے مذاق کی حد تک اٹھائے نہیں رکھا؟ کس نے تفریق پر، اپنے جسم سے نہیں لکھا، جوڑوں اور تضادات کے نظام میں سوراخ نہیں کیے؟ کس نے تجاوز کے عمل کے ذریعے تسلسل، رابطے اور انتشار کو معزول نہیں کیا؟

ایک نسائی متن اس سے بڑھ کر ناکام نہیں ہو سکتا کہ وہ انقلابی بن جائے۔ یہ آتش فشانی ہے؛ کیوں کہ یہ جب لکھا جاتا ہے تو یہ پدرسرانہ سرمایہ کاریوں کی حامل پرانی جائیداد کے خول میں ہلچل پیدا کرتا ہے؛ اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس] عورت[کے لیے کوئی جگہ نہیں اگر وہ مونث، مذکر نہیں ہے۔ اگر وہ ایک مونث عورت ہے (her-she)، تو وہ سب کچھ توڑ دیے جانے کے لیے ہے، اداروں کے نظم کو ہلا دینے، قانون کو توڑ دینے، اور قہقہے کے ساتھ "سچ" کو توڑنے کے لیے۔

ایک بار تو وہ اپنا سراغ علامت میں روشن کر آئی ہے، وہ اس سے "ذاتی" کا بے ترتیب جہان (chaosmos) بنانے میں ناکام نہیں ہو سکتی — اپنے اسمائے ضمیر میں، اسما میں، اور اپنے حوالہ دینے والوں کے گروہ میں۔ اور معقول وجہ سے۔ عورتوں کی نسل کشی (gynocide) کی ایک طویل تاریخ رہی ہوگی۔ یہ گزشتہ ادوار کے نو آبادیاتی لوگ، مزدور، قومیں، وہ نسلیں جن کی مشقت سے مردوں کی تاریخ نے اپنا سونا بنایا، جانتی ہیں؛ وہ جو ایذا رسانی کی بدنامی سے واقف تھے، انھوں نے اس سے عظمت کے لیے ایک ضدی قسم کی مستقبل کی خواہش کشید کی؛ وہ جو قید میں تھیں، وہ آزادی کا مفہوم، قید کرنے والوں سے بہتر جانتی ہیں۔ ان کی تاریخ کی بدولت، آج عورت جانتی ہے (کیسے [کچھ] کرنا اور کیسے خواہش کرنی ہے) کہ مرد بہت دیر بعد ہی اسے کیسے سمجھیں گے۔ میں کہتی ہوں کہ عورت "ذاتی" کو الٹ دیتی ہے جیسا کہ قانون، جھوٹ، بلیک میلنگ اور شادی کے ذریعے، اس کا اس کی ذات پر حق اس کے نام کے ساتھ ساتھ برباد کیا گیا، وہ موت کی اجنبیت کی خاص تحریک کے ذریعے اس قابل ہے کہ "معقولیت" کے پاگل پن کو زیادہ قریب سے دیکھ سکے، پدرسرانہ ازدواجی موضوعی معیشت کے کم ہوتے بخل کو، کہ جس کا شاید ہی وہ دفاع کرتی ہو۔ ایک طرف اس نے خود کو ایک ایسے "فرد" کے طور پر ڈھال لیا ہے جو اپنی سالمیت کو گنوائے بغیر اپنی ذات کا ایک حصہ گنوا دیتا ہے۔ لیکن خفیہ طور پر خاموشی سے، اندر ہی اندر کہیں، وہ نمو پاتی ہے اور کئی گنا ہو جاتی ہے، کیوں کہ، دوسری جانب وہ زندہ رہنے اور خواہشات کی معیشت اور انا کے انتظام کے درمیانی رشتے کو کسی بھی مرد سے بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے۔ مرد کے برعکس، کہ جو اپنے خطاب اور اپنے خطابات، اپنی قدر و منزلت، اپنی ٹوپی، تاج اور ہر وہ چیز جو اس کے سر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، کو واضح انداز میں سنبھالتا پھرتا ہے، عورت مار دیے جانے (یا خصی کر دیے جانے)، خطروں سے کھیلنے، پدرسرانہ بے رحمی کے بغیر، گم نامی کے خوف میں جانے سے نجات نہیں پا سکتی، جس میں وہ خود کو ختم کیے بغیر جذب ہو سکتی ہے؛ کیوں کہ وہ دینے والی ہے۔

میرے پاس تحفے کے دھوکہ باز مسئلے کے بارے میں کہنے کو بہت کچھ ہے۔ عورت بلاشبہ وہ عورت نہیں ہے جس کے بارے میں نطشے نے خواب دیکھا تھا کہ صرف دینے کے لیے ہے[۹]۔ جو اس بارے میں سوچ ہی نہیں سکتی کہ تحفہ لیا بھی جاتا ہے؟ مرد کے علاوہ کون ہے، خاص طور پر وہ جو سب کچھ لینا پسند کرتا ہے؟

اگر "عورت کی معقولیت" ہے، تو متناقضانہ انداز میں اس کی بے غرضی کے ساتھ غیر موزوں کرنے کی صلاحیت ہے: جسم اختتامیے کے بغیر، تتمہ کے بغیر، اصولی "حصوں" کے بغیر۔ اگر وہ ایک کل ہے، تو ایسا کل ہے جس میں بہت سے حصے ہیں جو اپنے اندر بھی کل ہیں، سادہ ذیلی چیزیں نہیں، بلکہ متحرک، لامحدود تبدیلیوں کا مجموعہ، ان تھک طور پر جنسی خواہش (Eros) کو محیط کائنات، ستاروں جیسا بے پناہ خلا جو کسی ایک سورج کے گرد منظم نہیں جو کہ دوسروں کی طرح ایک ستارے سے زیادہ نہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی غیر امتیازی معجون (magma) ہے، بلکہ وہ اسے اپنے جسم یا اپنی خواہش پر حاوی نہیں کرتی۔ اگرچہ مردانہ جنسیت مردانہ عضوِ تناسل کے گرد کشش رکھتی ہے، اس مرکزی جسم کو (سیاسی تشریح الاعضا میں) پیدا کرتی ہے، اس کے حصوں کی آمرانہ حاکمیت میں، عورت اس طرز کی علاقائیت نہیں بناتی جو دوئی یعنی سر / اعضا تناسل کا فریضہ ادا کرے اور جو کہ صرف حدود میں تحریر کیا گیا ہو۔ اس کی جنسی طلب (libido) کائناتی ہے، جیسا کہ اس کا لاشعور عالمی ہے۔ اس کی تحریر صرف جاری رہ سکتی ہے، خدوخال لکھے یا بنائے بغیر، وہ تنہا وہی طور پر جاننے کی جرأت اور خواہش کرتی ہے، جہاں اس، خارج شدہ، نے قدیمی زبان (fore-language) کی گونج سننا کبھی نہیں چھوڑی۔ وہ دوسری زبان کو بولنے دیتی ہے — ۱۰۰۰ زبانوں کی زبان جسے نہ بندش کا پتا ہے اور نہ موت کا۔ وہ زندگی کو کسی چیز کا انکار نہیں کرتی۔ اس کی زبان محدود نہیں، بلکہ وہ رکھتی ہے؛ وہ رکتی نہیں، وہ ممکن بناتی ہے۔ جب ذات (id) مبہم انداز میں بیان کی جائے — متعدد ہونے کا کرشمہ — وہ ان نامعلوم عورتوں کے خلاف اپنا دفاع نہیں کرتی جن جیسا بننے پر اسے حیرانی بھی ہے، مگر اس تبدیل ہو جانے کے تحفے سے وہ لذت کشید کرتی ہے۔ میں وسعت رکھتی ہوں، گاتا ہوا بدن [ہوں]، جس پر کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون سی "میں" کا کون سا پیوند ہے، کچھ نہ کچھ انسانی، مگر تبدل کے باعث زندہ۔

لکھو! اور تمھارا ذات کا متلاشی متن خود کو گوشت اور خون سے بہتر جانے گا، ابھرتے ہوئے، باغیانہ انداز میں جیسے آٹا خود کو گوندھے، اونچی آواز کے ساتھ، خوشبودار مصالحوں کے ساتھ، اڑتے رنگوں، پتوں اور دریاؤں کے متحرک مجموعے کے ساتھ، اس سمندر میں ڈوبتے ہوئے جس کی ہم افزائش کرتے ہیں۔ وہ مجھے اس مردانہ عضوِ تناسل رکھنے والی ماں (phallic mother) سے کہ جس سے وہ الگ ہو ہی نہیں سکتا، پانی سے بھرا ہوا برتن دیتے ہوئے کہے گا "آہ، یہ رہا اس کا سمندر"۔ لیکن دیکھو، ہمارے سمندر

۹۔ *Nietzche aujourd'hui* (Paris: Union Générale d'Editions, Coll. 10/18) میں دریدا کے متن "Le Style de la femme" کو دوبارہ پڑھو، جہاں یہ فلسفی تمام فلسفہ کی Aufhebung کو عورت کے محض لبھانے کے کردار تک ایک منظم طریقے سے محدود کرنے کے لیے بروئے کار لا رہا ہے: وہ مجسم چارے کے طور پر، تمام نقاب الٹ کر حاصل کیے جانے والی کے طور پر نمودار ہوتی ہے، وہ، کہ جو کچھ نہیں دیتی، مگر صرف (لینے کے لیے) دیتی ہے۔

وہی ہیں جو ہم خود بناتے ہیں، مچھلیوں سے بھرے ہوئے یا خالی، دھندلے یا واضح، سرخ یا سیاہ، ابھرے ہوئے یا رواں، تنگ یا بے کراں؛ اور ہم خود سمندر، ریت، مرجان، سمندری گھاس، ساحل، موجیں، تیراک، بچے، لہریں۔۔۔کم و بیش لہراتے ہوئے سمندر، زمین، آسمان- کوئی مادہ کیوں ہمیں جھاڑے گا؟ ہم جانتی ہیں کہ ان سب کو کیسے بولنا ہے۔

تفاوت، ہاں۔ اس کی خوشی کے لیے وہ شہوت خیز ہے؛ وہ تفاوت کی شہوت خیزی ہے: ہوا میں تیرنے والی، اڑتی ہوئی، وہ اپنے آپ سے چمٹتی نہیں؛ وہ قابلِ انتشار، شان دار، حیران کن، خواہش منداور دوسروں کے قابل ہے، دوسری عورت کے جو وہ بنے گی، اس [عورت] کے جو وہ نہیں ہے، اس کی، تمھاری۔

عورت کو کسی بھی دوسری جگہ سے، ایک جیسی یا مختلف سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ میری آنکھیں، میری زبان، میرے کان، میری ناک، میری کھال، میرا منہ، [اس] دوسرے کے لیے میرا جسم—اس لیے نہیں ہے کہ میں کسی خلا کو پر کرنے کے لیے اس کی آرزومند ہوں، اپنی کسی کجی کے مقابلے میں فراہم کرنے کے لیے، یا کیوں کہ، جیسا کہ تقدیر کرے گی، میں ایک نسائی ''حسد'' سے حوصلہ پاتی ہوں؛ اس لیے نہیں کیوں کہ مجھے ان متبادلات کے ایک مکمل تسلسل میں گھسیٹا گیا ہے جو اسے حتمی شے ہونے کے عمل کی جانب واپس تبدیل کرتا ہے۔ آپ ''ٹوم تھمب'' (Tom Thumb) سے سیدھا ایسی کوئی چیز آنے کی توقع کریں گے، [یا] Penisneid میں سے، جو بوڑھی نانی اوگریس (ogresses) کی جانب سے ہمارے کانوں میں انڈیلی گئی ہے، اپنے باپ جیسے بیٹوں (father-sons) کی نوکر۔ اگر وہ یقین کریں، تاکہ اپنی ذات کی کچھ اہمیت بنا سکیں، اگر انھیں یہ یقین کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم خواہش کے ہاتھوں مر رہی ہیں، یہ کہ ہم ایسا سوراخ ہیں جو ان کے مردانہ عضوِ تناسل کی تمنا میں بے تاب ہے—یہ ان کا قدیمی کاروبار ہے۔ ناقابلِ تردید طور پر (ہم اس کی اپنے نقصان پر تصدیق کرتی ہیں—اپنی تفریح کے لیے بھی)، یہ ان کا کام ہے کہ ہمیں اس سے آگاہ کریں کہ انھیں شہوت تنگ کر رہی ہے، تاکہ ہم انھیں یقین دلائیں گی (ہم جو ان کے چھوٹے سے جیبی اشارہ کنندہ کی مامتا بھری داشتائیں ہیں)، یہ کہ وہ اب بھی کر سکتے ہیں، یہ کہ وہ اب بھی موجود ہے—مرد اپنی تعمیر صرف اس طرح کرتے ہیں جس میں ان کی ناک اونچی ہو۔ بچے میں عورت جو چاہتی ہے وہ مردانہ عضوِ تناسل نہیں ہے، یہ وہ معروف کھال کا ٹکڑا نہیں ہے جس میں ہر مرد کشش محسوس کرتا ہے۔ زچگی کو قدیم ترین لوگوں کی تاریخی حدود کے سوا ماضی میں تلاش نہیں کیا جا سکتا، ایک حد تک تقدیر نما، کسی بیرونی ''حاسد عورت'' کے ضمیر کی جانب سے سامنے لائے گئے میکانکی متبادلات تک، مردانہ عضوِ تناسل کے رشک تک نہیں؛ اور نہ ہی نرگسیت تک یا ایک طرح کی ہم جنسیت تک جو ہمیشہ سے موجود ماں سے جڑی ہوئی ہے! بچہ پیدا کرنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عورت یا مرد کو کسی خاص نمونے میں ناگزیر طور پر ڈھل جانا چاہیے یا اپنی افزائشِ نسل کے سلسلے کو تازہ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی خطرہ ہے تو وہاں کوئی ناگزیر جال نہیں ہے: عورت کو دباؤ سے چھٹکارا دینا چاہیے، آگہی کے فروغ کے پردے میں، امتناع کے ضمیمے کے ساتھ۔ چاہے تم بچہ چاہتے ہو یا نہیں—یہ تمھارا مسئلہ ہے۔ تمھاری خواہش کی تسکین کے لیے، کسی کو بھی دھمکی مت دینے دو؛ ساجیت کا ساتھی بننے کے خوف کو پرانے زمانے کے ''لے جانے'' کے خوف کی جگہ نہ لینے دو۔ اور اے مرد، کیا تم ابھی تک ہر کسی کے نابینا پن اور مایوسی پر تکیہ کرو

گے، اس خوف سے کہ بچہ ہی باپ بناتا ہے اور اس کے نتیجے میں، یہ کہ ایک بچہ پیدا کر کے عورت ایک سے زیادہ خراب لین دین کا سامنا کرتی ہے، ایک ساتھ بچہ—ماں—باپ—خاندان پیدا کر کے؟ نہیں، یہ تم پر ہے کہ تم پرانے دائروں کو توڑو۔ یہ مرد اور عورت پر منحصر ہو گا کہ وہ پرانے رشتے کو مکمل طور پر ختم کریں اور اس کے تمام نتائج کو بھی، ایک بالکل نئے موضوع کی بنیاد گزاری کے بارے میں سوچتے ہوئے، زندہ، خاندانی نظام کو ختم کرنے کے ساتھ۔ آؤ کہ ہم عورت کو رد کرنے کی بجائے ولدیت کو نئے سرے سے طے کرتے ہیں(demater-paternalize)، جسم کے ایک سنسنی خیز عہد، افزائشِ نسل کے شریک انتخاب کو نظر انداز کرنے کی کوشش میں۔ آؤ [عضو] پرستش کا خاتمہ کریں(defetishize)۔ اس بیانیے سے دور ہو جائیں کہ اچھا باپ وہی ہوتا ہے جو مردہ ہے، یا یہ کہ بچہ اپنے والدین کی موت ہوتا ہے۔ بچہ دوسرا ہے لیکن دوسرا بغیر تشدد کے، نقصان اور جدوجہد کو ایک طرف رکھتے ہوئے۔ ہم ہمیشہ ٹوٹ جانے والے رشتوں کو جوڑنے سے تھک چکے ہیں، آختہ کاری کی دعائے مغفرت(litany) کے ساتھ کہ جو ہمیں بخشی گئی اور نسب کا حصہ بنائی گئی۔ ہم مزید پسپائی کی طرف نہیں جائیں گے؛ ہم زندگی کی خواہش جیسی سادہ سی چیز کو مزید نہیں دبائیں گے۔ زبان کی خواہش، مقعد کی خواہش، آواز کی خواہش—یہ سب خواہشات ہماری طاقت ہیں، اور انھی میں سے ایک حمل کی خواہش ہے—بالکل جس طرح لکھنے کی تمنا ہوتی ہے: اپنے اندر سے خود کو جینے کی تمنا، ایک پھولے ہوئے پیٹ کے لیے، زبان کے لیے، خون کے لیے، خواہش۔ یہ اگر ہمارے تخیل کو مہمیز دینے کے لیے ہے، تو ہم زچگی کی بے مثال مسرتوں سے انکار نہیں کریں گی کہ جنھیں کلاسیکی متون میں—ہمیشہ ہی بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا یا جادوئی بتایا گیا—یا مطعون کیا گیا۔ اگر یوں ہے کہ صرف ایک چیز ہے جسے دبایا گیا ہے تو اسے تلاش کرنے کا یہی مقام ہے: ایک حاملہ عورت کے ٹیبو میں۔ یہ اس قوت کے بارے میں بہت کچھ بتاتا ہے جو وہ اس وقت میں صرف کرتی ہے، کیوں کہ اس ضمن میں ہمیشہ شک کا اظہار کیا جاتا ہے، کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو وہ نہ صرف اپنی قدر و قیمت دوگنا کر لیتی ہے مگر—زیادہ اہم طور پر—وہ بطور ایک عورت کے خود اپنی نظروں میں حقیقی قدر حاصل کر لیتی ہے اور ناقابلِ تردید طور پر جسم اور جنس حاصل کرتی ہے۔

جو دوسرا غیر مرئی ہے، اس سے کسی اور شدت کے حامل رشتے کو بنانے یا نہ بنانے کے حوالے سے، کسی زچگی کو گزارنے کے ہزاروں طریقے ہیں۔ اگر آپ میں وہ خاص تڑپ نہیں ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کسی لحاظ سے کمی کا شکار ہیں۔ ہر جسم، اپنی خواہشات کی غیر حتمی اور متبدل جامعیت کے ساتھ کسی نمونے یا قدر کے بغیر، اپنے خاص انداز میں تقسیم ہوتا ہے۔ تضادات کے علاقے میں اپنے لیے اپنے مقام کا فیصلہ خود کریں، جہاں مسرت اور حقیقت گلے ملتے ہیں۔ دوسرے کو زندگی دیں۔ عورتیں جانتی ہیں کہ لاتعلقی کو کیسے بسر کیا جاتا ہے؛ پیدا کرنا نہ تو کھونا ہے نہ کچھ اضافہ کرنا۔ یہ زندگی میں کچھ مزید شامل کرنا ہے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟ کیا میں پہچاننے میں غلطی کر رہی ہوں؟ تم ''نظریے'' کا دفاع کرنے والے، تصور کے مقدس حامی، مردانہ آلہ تناسل کے تصور (مردانہ آلہ تناسل کے نہیں) کے تخت نشین۔

ایک بار پھر تم کہو گے کہ یہ ''آئیڈیلزم'' کی باتیں ہیں، یا اس سے بھی برا یہ ہو گا کہ تم یہ شور مچاؤ گے کہ میں ایک

"صوفی" ہوں۔

اور جنسی طلب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا میں نے "مردانہ آلہ تناسل کی اہمیت" کے بارے میں نہیں پڑھ رکھا؟ اور علیٰحدگی کے بارے میں کیا خیال ہے، اس ذرا سی ذات کے بارے میں، جو پیدا ہوتے ہی تمھیں ختنہ کرانا پڑتا ہے—ایک ختنہ، جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لیے تمھاری خواہش اسے یادگار بنا دیتی ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ یہ بالکل واضح ہے کہ مردانہ عضوِ تناسل میرے متون میں آتا ہے، یہ کہ میں اسے جگہ دیتی ہوں اور اسے نمایاں کرتی ہوں؟ بالکل میں ایسا کرتی ہوں۔ مجھے سب چاہیے۔ مجھے اپنا پورا وجود اس کے پورے وجود کے ساتھ چاہیے۔ میں، ہمارے ایک حصے سے خود کو محروم کیوں رکھوں؟ مجھے ہم پورے چاہییں۔ بلاشبہ عورت کی تمنا ایک "محبت بھری خواہش" کی ہے، نہ کہ ایک حاسد کی۔ لیکن اس لیے نہیں کہ وہ خصی ہے؛ اس لیے نہیں کہ وہ محروم ہے اور اسے بھرے جانے کی خواہش ہے، اس زخمی کی طرح جسے تسلی کی اور علاج کی ضرورت ہو: میں اپنے جسم کو مردانہ عضوِ تناسل سے سجانا نہیں چاہتی۔ لیکن میں دوسرے کے لیے دوسرے کی خواہش رکھتی ہوں، مکمل اور پورا، مرد ہو کہ عورت؛ کیوں کہ زندہ رہنے کا مطلب ہے ہر چیز کی خواہش رکھنا، ہر اس شے کی جو زندہ ہے، اور اسے زندہ پانے کی۔ آختہ کاری؟ اس کے ساتھ دوسروں کو کھیلنے دیں۔ کیسی خواہش ہے جو ایک کمی سے پیدا ہوتی ہے؟ کتنی معمولی خواہش ہے۔

عورت جو اب بھی خود کو بڑے مردانہ عضوِ تناسل سے خوف زدہ ہونے دیتی ہے، جو مردانہ آلہ تناسل کے مؤقف کے ہنگامے سے ابھی تک متاثر ہوتی ہے، جو ابھی تک ایک وفادار مالک کی ڈھول کی تھاپ تک رہ نمائی کرتی ہے: یہ ماضی کی عورت ہے۔ وہ اب بھی موجود ہیں، سیدھی سادی اور پرانے ڈھونگ کی لاتعداد شکار: یا تو وہ پرانے اصل خاموشی کے انداز میں بنی ہوئی ہوں، جیسا کہ اپنی کپکپاہٹ سے بنائی گئی پہاڑیوں کے نیچے پڑی ہوئی دیویاں، جو اپنے جسموں پر پرانے انداز کی نظریاتی یادگار کی طرح لہراتا سونے کا آلہ تناسل نہیں دیکھ سکتیں۔ یا آج اپنے بچپن کے زمانے سے باہر آتے ہوئے اور اپنی نیک ذلت کی دوسری روشن خیال حالت میں جاتے ہوئے، وہ خود کو اچانک تجزیاتی سلطنت بنانے والوں کے حملے کی زد میں پاتی ہیں اور، جب تک وہ نئی، ننگی بے نام خواہش کی تجسیم کرنا شروع کرتی ہیں، سامنے آنے پر بہت خوش ہوتی ہیں، انھیں نئے بوڑھے مرد غسل خانوں میں لے جاتے ہیں اور پھر اوہ۔! انھیں چمک دار اشاروں سے مائل کرتے ہوئے، ترجمانی کے شیطان—جدت میں لپٹے ہوئے—انھیں وہی پرانی ہتھکڑیاں، کھلونے اور زنجیریں بیچتے ہیں۔ آپ کون سی آختہ کاری کو ترجیح دیں گی؟ کس کی توہین آپ کو بہتر لگے گی؟ باپ یا ماں کی؟ اوہ کتنی "خوبشورت" (pwetty) آنکھیں ہیں، تم "خوبشورت" (pwetty) لڑکی ہو۔ یہ لو میری عینک پہنو اور تمھیں سچ یعنی میں یعنی میرا اپنا آپ (Truth-Me-Myself) وہ سب کچھ بتا دے گا جس کا تمھیں ادراک ہونا چاہیے۔ انھیں اپنی ناک پر رکھو اور اپنے جسم اور دوسرے کے جسم پر شہوت انگیز نگاہ ڈالو (تم میں ہوں، دوسری تجزیہ کار—یہی تو میں تمھیں بتا رہا ہوں)۔ تم نے دیکھا؟ نہیں؟ ٹھہرو، تم پر سب واضح کر دیا جائے گا اور آخر کار تمھیں اس دماغی خلل کے بارے میں علم ہو جائے گا جس سے تم متعلق ہو۔ ساکت رہو، ہم

تمھاری تصویر کشی کرنے لگے ہیں تاکہ تم اسی وقت بالکل اسی طرح دیکھنا شروع کر سکو۔

جی ہاں، پہلے اور دوسرے درجے کے سادہ لوحوں کا ابھی بھی ایک جم غفیر ہے۔ اگر جدید عورتیں(new women) جو اب سامنے آ رہی ہیں، نظریے سے باہر کچھ تخلیق کرنے کی جسارت کریں تو انھیں اشارہ کنندہ، انگلیوں کے نشان کے حامل، معترض الیہ کے سپاہیوں کی جانب سے بلا لیا جائے گا اور اس ترتیب میں لایا جائے گا جسے وہ جانتے ہیں؛ جسے وہ زنجیر کے اندر فریب کاری کے جبر کے ذریعے ٹھیک اس جگہ رکھتے ہیں جو ایک مراعات یافتہ اشارہ کنندہ کے مفاد کے لیے بنائی جاتی ہے۔ ہم اس دھاگے کے ساتھ واپس جوڑے جاتے ہیں جو ہمیں واپس لے جاتا ہے، اگر باپ کے نام(Name-of-the-Father) تک نہیں تو پھر ایک نئی تبدیلی کے لیے، مردانہ عضوِ تناسل رکھنے والی ماں کے پاس۔

خبر دار، میرے دوست، اس اشارہ کنندہ سے کہ جو تمھیں اشارہ الیہ کے اختیار تک لے جائے! اس تشخیص سے خبر دار رہو کہ جو تمھاری افزائش کی قوتوں کو کم کر دے۔ "عام" اسما اسم معرفہ بھی ہوتے ہیں جو فردیت کی انواع میں درجہ بندی کر کے تمھاری توہین کرتے ہیں۔ ان دائروں سے نکلو؛ تحلیلِ نفسی کے اختتامیے میں مت رہو۔ ارد گرد دیکھو، اور تیزی سے گزر جاؤ!

اور اگر ہم لشکر کی صورت ہیں، تو اس لیے کہ آزادی کی جنگ نے ابھی بہت چھوٹی سی کامیابی سمیٹی ہے۔ لیکن عورتیں اس میں ہجوم بن رہی ہیں۔ میں نے انھیں دیکھا ہے، جو نہ تو دھوکہ دینے والی ہوں گی نہ گھریلو، وہ جو عورت بننے کے خطرے سے خوف زدہ نہیں ہوں گی؛ کسی خطرے سے نہیں ڈریں گی، کسی خواہش، کسی جگہ سے نہیں ڈریں گی جو ان کے اندر، دوسروں کے اندر یا کہیں اور ابھی تک غیر دریافت شدہ ہے۔ وہ عضو پرستی نہیں کرتیں، وہ انکار نہیں کرتیں، وہ نفرت نہیں کرتیں۔ وہ مشاہدہ کرتی ہیں، وہ پہنچتی ہیں، وہ دوسری عورت کو، بچے کو، عاشق کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں - اپنی نرگسیت کو مضبوط کرنے یا مالک کی مضبوطی یا کمزوری کی تصدیق کے لیے نہیں بلکہ محبت کو بہتر بنانے کے لیے، ایجاد کرنے کے لیے۔

دوسری محبت — شروعات میں ہمارے اختلافات ہیں۔ نئی محبت دوسری کے لیے جرأت کرتی ہے، دوسری مانگتی ہے، علم اور ایجاد کے درمیان مدہوشی بناتی ہے، گہری اڑان بھرتی ہے۔ بار بار آنے والی عورت ایک جگہ کھڑی نہیں ہو سکتی؛ وہ ہر جگہ ہے، وہ تبادلہ کرتی ہے، وہ ایسی خواہش ہے جو عطا کرتی (desire-that-gives) ہے۔ (نہ تو تحفے کے تضاد میں ملفوف جو لیا جاتا ہے، نہ اکائی کی آمیزش کے دھوکے میں۔ ہم اس سے آگے آ چکے ہیں)۔ وہ اندر آتی ہے، اپنے، میرے اور تمھارے درمیان، میری دوسری [ذات] کے درمیان جہاں ایک ہمیشہ ایک سے زیادہ اور مجھ سے زیادہ لامحدود ہے، کسی حد تک کبھی بھی پہنچنے کے خوف کے بغیر؛ وہ ہماری موجودگی میں ترنگ میں آتی ہے۔ اور ہم وجود پذیر ہوتی رہیں گی! وہ دفاعی محبتوں، ممتا، اور تڑپ سے آگے نکلتی ہے، خود غرضانہ نرگسیت سے ورا، ایک متحرک، کھلی ڈلی، بدلتی جگہ میں، وہ اپنے خطروں سے کھیلتی ہے۔ مرنے تک کی کوشش(struggle-to-the-death) سے ورا کہ جو بستر پر ڈال دی گئی، اس محبت کی جنگ سے ورا کہ جو تبادلے کی نمائندگی کا دعوی کرتی ہے، وہ اس متحرک جنسی خواہش پر طنز کرتی ہے جسے نفرت نے سینچا ہے۔ نفرت: ایک ورثہ، اور میں پھر کہوں گی، مردانہ عضوِ تناسل کی دھوکہ باز ماتحتی کی

باقیات۔ محبت کے لیے، دوسرے میں دوسرے کے دیکھنے، سوچنے، ڈھونڈنے کے لیے، افواہ سازی روکنے کے لیے، ذخیرہ اندوزی ختم کرنے کے لیے۔ کیا یہ مشکل لگتا ہے؟ یہ ناممکن نہیں، اور یہی زندگی کی افزائش کرتا ہے—ایک محبت جس کا خوف بھری خواہش کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں کہ جو کمی کے مقابلے میں فراہم کرتی ہے اور عجیب کو مضحکہ خیز بناتی ہے؛ ایک محبت جو اس تبادلے میں خوشی مناتی ہے جو بڑھتا ہے۔ جہاں بھی اب تک، تاریخ، موت کی تاریخ کے طور پر کھلتی ہے، وہ پاؤں نہیں دھرتی۔ مخالفت، تبادلے کی وراثت، ملکیت کی کوشش جو کم از کم ایک موت کی صورت میں ختم ہو سکتی ہے (ایک مالک–ایک غلام، یا دونوں مالک نہ ہوں ≠ دوا موت)—یہ سب مردانہ عضوِ تناسل کی اقدار کے زیرِ تسلط دور سے سامنے آتا ہے۔ یہ حقیقت کہ یہ دور، عہد حاضر تک پھیلتا ہے، عورت کو زندگی کی تاریخ کسی اور جگہ سے شروع کرنے سے نہیں روکتی۔ کوئی اور جگہ، جہاں وہ دیتی ہے۔ وہ نہیں "جانتی" کہ وہ کیا دے رہی ہے۔ وہ اس کو ماپتی نہیں؛ وہ عطا کرتی ہے، اگرچہ، نہ تو یہ نقلی تاثر ہے نہ وہ کچھ جو اس کے پاس نہیں۔ وہ مزید دیتی ہے، اس یقین دہانی کے بغیر کہ اپنے عمل پر کچھ غیر متوقع منافع مل سکتا ہے۔ وہ اس لیے عطا کرتی ہے کہ ایسا کرنے سے شاید زندگی، سوچ اور تبدیلی رونما ہو گی۔ یہ ایک "معیشت" ہے جو معاشی شرائط کے ساتھ مزید نہیں چلائی جا سکتی۔ وہ جہاں بھی محبت کرتی ہے وہاں انتظام و انصرام کے پرانے تصوارت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایک کم یا زیادہ شعوری حساب کتاب کے بعد اسے اپنا کل نہیں بلکہ اپنے تضادات ملتے ہیں۔ میں تمھارے لیے وہی ہوں جو تم مجھے اس وقت دیکھنا چاہتے ہو جب تم مجھے اس انداز میں دیکھتے ہو کہ اس سے پہلے اس طرح کبھی نہ دیکھا ہو: ہر لمحہ میں۔ جب میں لکھتی ہوں، یہ وہ سب کچھ ہے جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ ہم وہ بن سکتے ہیں جو میرے اندر سے نکلا ہے، کسی اخراج کے بغیر، کسی معاہدے کے بغیر، اور ہم جو سب ہوں گے، وہ ہمیں محبت کی ان تھک، نشہ آور، بلا تسکین تلاش کے لیے بلاتا ہے۔ ہم ایک دوسرے میں کمی کا شکار کبھی نہیں ہوں گے۔

[29] یونیورسٹی آف پیرس VIII – (University of Paris VIII – Vincennes)

حواشی وحوالہ جات

* (پ:۱۹۷۸ء) اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف جینڈر سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۱۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، *Stigmata: Escaping Texts* (لندن اور نیویارک: روٹ لیج، ۱۹۹۸ء)، ۹۔

۲۔ ژاک دریدا (Jacques Derrida)، "Foreword"، مشمولہ *Stigmata: Escaping Texts*، مصنف: ہیلین سکسو (Hélène Cixous) (لندن اور نیویارک: روٹ لیج، ۱۹۹۸ء)، ۹۔

انگریزی متن:

> "I believe, that Hélène Cixous is in my eyes, today, the greatest writer in the French language"

۳۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "Le rire de la Méduse"، مشمولہ Arc (L')، جلد ۶۱، ۳۹-۵۴۔

۴۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن (Keith Cohen) اور پولا کوہن (Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ، ۸۷۵-۸۹۳۔

۵۔ سیمون دی بوائر (Simone De Beauvoir)، *The Second Sex*، مترجم: ایچ ایم پارشلے (H, M. Parshley) (یوکے: ونٹیج کلاسکس، ۲۰۰۷)، ۱۱۷۔

۶۔ عنبرین صلاح الدین، "Feminist Archetype in Fiction by Pakistani Women Writers"، مشمولہ *The Women Annual Research Journal of Gender Studies*، شمارہ ۱۳ (جام شورو: یونیورسٹی آف سندھ، ۲۰۱۲ء)، ۲۱-۳۹۔

۷۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن (Keith Cohen) اور پولا کوہن (Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ ۴، ۸۸۵۔

انگریزی متن:

> "You only have to look at the Medusa straight on"…

۸۔ ایضاً۔

انگریزی متن:

> They have only to stop listening to the Sirens (for the Sirens were men).

۹۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، *Coming to Writing and Other Essays*، مترجم: سارہ کورنیل (Sarah Cornell) اور این لڈل (Ann Liddle) (لندن: ہارورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۱ء)، ۵۲۔

انگریزی متن:

> I don't "begin" by "writing": I don't write. Life becomes text starting out from my body. I am already text. History, love, violence, time, work, desire inscribe it in my body, I go where the "fundamental language" is spoken, the body language into which all the tongues of things, acts, and beings translate themselves…

۱۰۔ عنبرین صلاح الدین، "پدرسری شریحات میں سوئی اور قلم کا تضاد و تخصیص اور عورتوں کے لکھنے کی روایت کی تشکیل"، مشمولہ بنیاد، جلد ۱۳ (لاہور: گرمانی مرکزِ زبان وادب، ۲۰۲۲ء)، ۲۵۴۔

۱۱۔ عنبرین صلاح الدین، "پاکستانی خواتین کے فکشن میں لکشمن ریکھا کو پار کرنے کی علامت: ارادی اور غیر ارادی عمل کا قضیہ"، مشمولہ معیار، شمارہ ۲۱ (اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۱۹ء)، ۱۴۳-۱۵۲۔

۱۲۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، *Coming to Writing and Other Essays*، مترجم: سارہ کورنیل (Sarah Cornell) اور

این لڈل (Ann Liddle)، ۲۷۔

انگریزی متن:

> Was I a woman? I am challenging the entire History of women in reviving this question. A History made up of millions of singular stories, but traversed by the same questions, the same fears, the same uncertainties. The same hopes that only a little while ago harbored nothing but consent, resignation, or despair. Take myself for a woman? How so? Which one?

۱۳۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن (Keith Cohen) اور پولا کوہن (Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ ۴، ۸۷۷۔

۱۴۔ سگمنڈ فرائیڈ (Sigmund Freud)، "Medusa's Head"، مشمولہ *The Standard Edition of the Complete Psychological Works of Sigmund Freud*، مترجم اور مدیر: جیمز سٹریچی (James Strachey)، معاون: اینا فرائیڈ (Anna Freud)، ۲۴ جلدیں (لندن: دی ہوگارتھ پریس، ۱۹۵۵ء)، XXI، ۲۷۴-۲۷۳۔

۱۵۔ سگمنڈ فرائیڈ (Sigmund Freud)، "The Question of Lay Analysis"، مشمولہ *The Standard Edition of the Complete Psychological Works of Sigmund Freud*، جلد XX (۱۹۲۶ء)، ۲۱۲۔

۱۶۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، *Coming to Writing and Other Essays*، مترجم: سارہ کورنیل (Sarah Cornell) اور این لڈل (Ann Liddle)، ۵۵۔

انگریزی متن:

> And from dream to dream you wake up more and more conscious, more and more woman.

۱۷۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "The School of Dreams"، مشمولہ *Three Steps on the Ladder of Writing* (نیویارک سٹی: کولمبیا یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۴ء)، ۷۹۔

۱۸۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "Sorties: Out and Out: Attacks/Ways Out/Forays"، مشمولہ *The Newly Born Woman*، مترجم: بیٹسی ونگ (Betsy Wing) (مینی پولس: یونیورسٹی آف منی سوٹا پریس، ۱۹۸۶ء)، ۶۴۔

انگریزی متن:

> Either woman is passive or she does not exist.

۱۹۔ ایضاً، ۶۶۔

انگریزی متن:

> She sleeps, she is intact, eternal, absolutely powerless.

۲۰۔ ہیلین سکسو (Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن (Keith Cohen) اور پولا کوہن (Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ ۴، ۸۸۱۔

۲۱۔ کیتھرین بن ہیمر (Katherine Binhammer)، "Metaphor or Metonymy? The Questions of Essentialism in Cixous"، مشمولہ *Tessera* (۱۹۹۱ء)، ۶۸۔

۲۲۔ ورینا اینڈرمیٹ کونلے (Verena Andermatt Conley)، *Häl_ne Cixous: Writing the Feminine* (نیبراسکا: یونیورسٹی آف نیبراسکا پریس، ۱۹۸۴ء)، ۱۲۹۔

انگریزی متن:

> Words like "masculine" and "feminine" that circulate everywhere and that are completely distorted by everyday usage, – words which refer, of course, to a classical

vision of sexual opposition between men and women – are our burden, that is what burdens us. As I often said, my work in fact aims at getting rid of words like "feminine" and "masculine", "femininity" and "masculinity" even "man" and "woman" …

۲۳۔ ایضاً، ۱۳۱۔

انگریزی متن:

All human beings are originally bisexual.

۲۴۔ ہیلین سکسو(Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن(Keith Cohen) اور پولا کوہن(Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ ۴، ۸۸۶-۸۸۷۔

انگریزی متن:

More so than men who are coaxed toward social success, toward sublimation, women are body. More body, hence more writing. For a long time, it has been in body that women have responded to persecution, to the familial-conjugal enterprise of domestication, to the repeated attempts at castrating them. Those who have turned their tongues 10,000 times before not speaking are either dead from it or more familiar with their tongues and their mouths than any-one else. Now, I-woman am going to blow up the Law: an explosion henceforth possible and ineluctable; let it be done, right now, in language.

۲۵۔ ہیلین سکسو(Hélène Cixous)، "Sorties: Out and Out: Attacks/Ways Out/Forays"، مشمولہ *The Newly Born Woman*، مترجم: بیٹسی ونگ(Betsy Wing)، ۶۳۔

انگریزی متن:

Where is she?

۲۶۔ برائن ڈیورن(Brian Duren)، "Cixous' Exorbitant Texts"، مشمولہ *Sub-Stance*، شمارہ ۳۲(۱۹۸۱ء)، ۴۵-۴۶۔

۲۷۔ کلارا جنکر(Clara Junker)، "Writing (with) Cixous "، مشمولہ *College English* (۱۹۸۸ء)، ۴۲۷۔

انگریزی متن:

In Cixous' feminine universe, Woman Writing is an aerial swimmer, a voleuse (thief, flyer) who 'steal[s] into language to make it fly'.

۲۸۔ پرسیئس(Persius) نے میڈیوسا کا سر قلم کیا تھا۔

۲۹۔ ہیلین سکسو(Hélène Cixous)، "The laugh of the Medusa"، مترجم: کیتھ کوہن(Keith Cohen) اور پولا کوہن(Paula Cohen)، مشمولہ *Signs: Journal of Women in Culture and Society* جلد ۱، شمارہ ۴، ۸۷۵-۸۹۳۔

Bibliography

Binhammer, Katherine. “Metaphor or Metonymy? The Questions of Essentialism in Cixous”. *Tessera*, Vol.10 ,65-79,1991.

Cixous, Hélène. “Le rire de la Méduse”. In *Arc (L')* 61, 39-54, 1975.

Cixous, Hélène. *Coming to Writing and Other Essays.* Translated by Sarah Cornell and Ann Liddle, London: Harvard University Press, 1991.

Cixous, Hélène. *Three Steps on the Ladder of Writing*. New York City: Columbia University Press. 1994.

Cixous, Hélène., Cohen, Keith., & Cohen, Paula. (translators). The Laugh of the Medusa. *Signs: Journal of Women in Culture and Society* 1, no. 4, 875-893,1976.

Conley, Verena Andermatt. *Hēlēn Cixous: Writing the Feminine*. University of Nebraska Press, 1984. 129-165.

Duren, Brian. "Cixous' Exorbitant Texts." *Sub-Stance* 32,39-51. 1981.

Frued, Sigmund. “Medusa’s Head,” *The Standard Edition of the Complete Psychological Works of Sigmund Freud,* ed. and trans. by James Strachey in collaboration with Anna Freud, 24. London: The Hogarth Press, 1955, XXI.

Frued, Sigmund. “The Question of Lay Analysis”. *The Standard Edition, XX*. 1926.

Hélène Cixous, “Sorties: Out and Out: Attacks/Ways Out/Forays,”. *The Newly Born Woman*, trans. by Betsy Wing. Minneapolis: University of Minnesota Press, 1986.

Juncker, Clara. "Writing (with) Cixous." *College English* 50, no. 4, 424-436, 1988.

Salahuddin, Ambreen. “Feminist Archetype in Fiction by Pakistani Women Writers”. *The Women Annual Research Journal of Gender Studies* 13. Jamshoro: University of Sindh, 21-39, 2021.

——. “Khālidah Ḥusain kī Gung Shīhẓādī aur Hélène Cixous kī Mīḍēūsā kā Qehqaha” [Khalida Hussain’s Mute Princess and Laugh of Hélène Cixous’s Medusa]. *Bunyād* 11, no.1. Lahore: Gurmani Center of Language and Literature, 103-117, 2020.

——. “Pakistani Khawatīn ke Fikshan meiṅ Lakshman Rēkha ko Pār karnē ki Alāmat: Irādi aur Gher Irādi Amāl ka Qāẕīa (Crossing Lakhshman Rekhā in Fiction by Pakistani Women Writers: The Debate of Intentional and Unintentional Act)”. In *Ma’yār* 21. Islamabad: International Islamic University, 143-152, 2019.

——. “Pidrsari Tashrīḥāt meṅ Sūī aur Qalam ka Taẕād-o-Takhṣīṣ aur Aurtoṅ ke Likhnē ki Rīwāyāt” (Dichotomy and Appropriation of Needle and Pen by Patriarchal Interpretations and the Tradition of Women Writing). *Bunyād* 13. Lahore: Gurmani Center of Languages and Literature, 251-261,2022.

Simone de Beauvoir, *The Second Sex.* Translated by H. M. Parshley. United Kingdom: Vintage Classics. 2007